تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

الفرقان

ربوہ پاکستان

اگست ۱۹۵۷ء

مندرجات

سالانہ چندہ
پانچ روپے

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

حجرۂ صدیقہ میں تین چاند

ضلع سرگودھا کے پندرہ روزہ معاصر "الفاروق" نے اپنے محرم نمبر میں "حجرہ صدیقہ میں تین چاند" کے زیر عنوان ایک عمدہ مضمون شائع کیا ہے۔ فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:-

"حبیبۂ حبیب خدا صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دو زمیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب حضور پر نور شافع یوم النشور کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضور نے اس کی تعبیر میں خاموشی اختیار فرمائی پھر میں نے اپنے والد ماجد حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں یہ خواب بیان کیا۔ آپ بھی سن کر چپ ہو رہے لیکن جس دن منبع فیوضات سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا سے وصال ہوا اور حضور میرے حجرہ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے فروکش ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے عائشہ تم نے جو تین چاندوں کے اترنے کا خواب دیکھا تھا ان میں سے ایک چاند تو دیکھو یہ آیا اب اسکے بعد دو چاند تمہارے گھر میں اور آئیں گے۔

ناظرین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ چاند کون آئے وہ وہی ہیں جن کے متعلق کسی نے امام زین العابدین سے پوچھا تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا مرتبہ تھا؟ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَنْزِلَتُهُمَا السَّاعَةَ اے شخص ان کا مرتبہ یہی تھا جو تو اب دیکھ رہا ہے۔

یعنی ان دونوں چاندوں کی عظمت اور انکے رسوخ کو تم اسی سے معلوم کر سکتے ہو کہ زندگی میں تو ساتھ رہتے ہی تھے۔ بعد مرنے کے بھی آج وہ دونوں شاہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں خوابیدہ ہیں۔

(محرم نمبر یکم اگست ۱۹۴۸ء)

ہم ایمان لاتے ہیں کہ حضرت صدیقہ عظمی رضی اللہ عنہا کا یہ رؤیا منجانب اللہ تھا۔ اور پورا ہو چکا ہے۔ اس رؤیا سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عالی منقبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ دونوں بزرگ دنیا و آخرت میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے محب و مخلص رفیق ہیں۔ ان سے بغض و عناد رکھنا مشیت ایزدی کی خلاف ورزی ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث اور اس رؤیا سے ان لوگوں کے خیال کی بھی واضح تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی نامعلوم زمانہ میں آسمان سے اتر کر روضۂ نبوی میں مدفون ہونگے۔ یہ خیال جہاں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے منافی ہے وہاں پر حجرۂ صدیقہ میں تین چاند والی رؤیا صادقہ کے بھی خلاف ہے۔ ورنہ چار چاند دکھائے جاتے۔ پس یہ رؤیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر بھی دلیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۷ | محرم الحرام ۱۳۷۷ھ | الفرقان ربوہ (پاکستان) | ماہ اگست ۱۹۵۷ء | نمبر ۸

جماعت احمدیہ کے اعتقاد میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ بطور اعلان تحریر فرما چکے ہیں :-

"واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حسینؓ بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفۂ وقت یعنی یزید پلید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے میرے دل میں یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے وِرد تبرّا اور لعن وطعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہدی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہر حال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔ اور جن معنوں کے رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔

اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے۔ جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دُنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسین رضؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔ جو شخص مجھے بُرا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے اس کے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا سخت معصیت ہے۔ ایسے موقعہ پر درگذر کرنا اور نادان دشمن کے حق میں دُعا کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ لوگ مجھے جانتے کہ میں کس کی طرف سے ہوں تو ہرگز بُرا نہ کہتے۔ وہ مجھے ایک دجال اور مفتری خیال کرتے ہیں۔ مَیں نے جو کچھ اپنے مرتبہ کی نسبت کہا وہ مَیں نے نہیں کہا بلکہ خدا نے کہا۔ پس مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان بحثوں کو طول دوں۔ اگر مَیں درحقیقت مفتری اور دجال ہوں۔ اور اگر درحقیقت مَیں اپنے ان مراتب کے بیان کرنے میں جو مَیں خدا کی وحی کی طرف ان کو منسوب کرتا ہوں، کاذب اور مفتری ہوں تو میرے ساتھ اِس دُنیا اور آخرت میں خدا کا وہ معاملہ ہوگا جو کاذبوں اور مفتریوں سے ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ محبوب اور مردُود یکساں نہیں ہُوا کرتے۔ سو اے عزیزو! صبر کرو کہ آخر وہ امر جو مخفی ہے کھُل جائے گا۔ خدا جانتا ہے کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں اور وقت پر آیا ہوں۔ مگر وہ دل جو سخت ہوگئے اور وہ آنکھیں جو بند ہوگئیں میں اُن کا کیا علاج کر سکتا ہوں"۔ (فتاویٰ احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۷)

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تاکیدی وصیت

مخلص محبانِ حسین رضؓ کے لئے قابلِ توجہ!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہر پہلو سے دردناک ہے۔ دوسرے انبیاء و صلحاء کے واقعات سے مقابلہ کئے بغیر یہ درست ہے کہ حضرت امام حسین رضؓ کی مظلومانہ شہادت دل کو تڑپا دینے والی ہے نفسِ شہادت اہل سنّت اور اہل تشیع میں موجب نزاع نہیں بلکہ غیر معمولی جزع فزع اور تعزیہ کی رسومات باعثِ اختلاف بن جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس طریق سے منع فرما گئے ہیں جو بعض شیعہ بھائی اختیار کر رہے ہیں۔ مولوی احمد شاہ صاحب مدیر الفاروق کے مضمون کا ذیل کا اقتباس قابلِ توجہ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

" دسویں رات گزر گئی۔ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے۔ خواب میں پھر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے! آج کا روزہ میرے پاس آکر افطار کرنا۔ جب حضرت امام عالی مقام خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے ہمراہیوں سے خواب کا واقعہ بیان فرمایا تو سب کے دل میں آپ کی شہادت کا یقین ہو گیا اور خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی موت کا یقین ظاہر کیا۔ تو تمام حاضرین سخت پریشان اور بے قرار ہو گئے اور مستورات کی جانب سے کچھ چیزیں خلافِ صبر ظاہر ہوئیں۔ اس پر حضرت امام حسین نے مستورات کو خصوصی طور پر خطاب کیا۔ ملاحظہ ہو شیعہ کی مشہور اور معروف کتاب لہوف مطبوعہ ایران ص۴۶

یا اُختاہُ یا اُمَّ کلثومٍ وَ اَنتِ یا زینبُ	اے میری ہمشیرہ اے ام کلثوم اور تو اے زینب
وَ اَنتِ یا فاطِمَۃُ وَ اَنتِ یا ربابُ اُنظُرنَ	اور تو اے فاطمہ اور تو اے رباب دیکھنا
اِذا اَنَا مِتُّ فلا تَشقُقنَ عَلَیَّ جَیبًا	جب میں مر جاؤں تو مجھ پہ گریبان مت چاک کرنا۔
ولا تَخمِشنَ وَجھًا ولا تَقُلنَ ھُجرًا۔	اور چہرہ مت چھیلنا اور بیہودہ بات مت کرنا۔

نوٹ:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ نے مذکورہ بالا وصیت جو خصوصی طور پر اپنی مستورات کے نام لے کر ارشاد فرمائی ہے اُمید نہیں ہے کہ اِس وصیت کو پسِ پُشت ڈال دیا گیا ہو۔ اور وہی کام کئے گئے ہوں۔ جن سے حضرت امام نے خصوصی طور پر منع فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ کتب شیعہ اور رافضہ میں جو مخدراتِ عصمت کے بارے لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے سر کے بال کھول دیئے اور ان میں خاک ڈال دی اور سینہ کوبی کرتے کرتے بیہوش ہو گئیں اور بے صبری کے تمام مظاہرے کئے۔ یہ سب کا سب بہتان ہے جو مخدرات اہل بیت پر باندھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے محبتوں سے بچائے جو محبت میں بہتان تراشی سے بھی پرہیز نہیں کرتے!"

(الفاروق یکم اگست ۱۹۵۵ء ص۳۵)

اربابِ حکومت اور اہلِ پاکستان کیلئے لمحۂ فکریہ

17

شیعوں کو بھی ختمِ نبوّت کا منکر قرار دیدیا گیا

جناب خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی

جس فتنہ نے آئندہ رونما ہو کر کسی ملک وملت کے لئے گوناگوں مشکلات ومصائب کا پیش خیمہ بننا ہو ابتداء میں ہی اس کی روک تھام کر لینا عین دانشمندی کا ثبوت ہے۔ شوریدہ سر لوگوں کو اس سے تو کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ فلاں انسان کا فلاں عقیدہ ہے اور فلاں کا فلاں انہیں تو اپنی مطلب براری سے ہی کام ہوتا ہے۔

چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ احراریوں نے سرزمینِ پاکستان میں "تحریکِ ختمِ نبوت" کا ڈھونگ رچا کر اور عوام مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف مشتعل کر کے نہ صرف پاکستان کے شریف الطبع انسانوں کو ہی پریشان حال کیا بلکہ حکومت کی راہ میں بھی قسم قسم کی مشکلات پیدا کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر ارکانِ حکومت کو ملکی امن کے قیام کے لئے انسدادی اقدام لینا پڑا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں بعض بے گناہ انسان بھی باغیانہ رُوح رکھنے والے لوگوں کے ساتھ حکومت کی سزا کے نیچے آ گئے۔

ظاہری اعتبار سے تحریکِ ختمِ نبوت "جماعت احمدیہ" کو مالی اور جانی نقصان پہنچانے کی غرض سے معرضِ وجود میں لائی گئی تھی لیکن جہاں تک نتائج کا تعلق ہے اس سے کسی حقیقت شناس انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس تحریک کا پس منظر جناب قائداعظم مرحوم کے پیدا کردہ قومی اور ملّی اتحاد کو نقصان پہنچانا تھا۔ اور ایسے ہی اغراض ومقاصد کے پورا کرنے کے لئے یہ تحریک برپا کی گئی تھی۔

احراری اخبار "نوائے پاکستان" اور بعض دیگر اخبارات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اب پھر از سرِ نو فتنہ پرداز اور شریر عنصر کی طرف سے پہلی سی مہم جاری کی جا رہی ہے۔ جس سے گزشتہ سالوں پاکستان کی سالمیت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔

حالات وواقعات بتا رہے ہیں کہ اب کے نہ صرف جماعت احمدیہ کے خلاف ہی شورش کے آثار نظر آتے ہیں بلکہ شیعہ حضرات کے خلاف بھی بعض مقامات پر فتنہ اٹھانے کی سکیموں کے امکانات دکھائی دے رہے ہیں۔ اس بات کے عرض کرنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم شیعہ دوستوں کی ہمدردی حاصل کرنے یا انہیں بلاوجہ چوکنا اور ہوشیار کرنے کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ دونوں امور میں سے کوئی امر بھی ہمارے مدِّنظر نہیں ہے۔ البتہ ہم اس بات کے بشدت متمنی ہیں کہ نہ صرف ہم احمدیوں کو ہی شہریت کے پورے حقوق حاصل رہیں بلکہ دیگر اہالیانِ پاکستان کو بھی امن سے سرزمینِ پاکستان میں

زندگی بسر کرنے اور آزادی سے اپنے مذہبی اصول وعقائد پر کاربند ہونے کا موقع دیا جائے۔ اور جو لوگ پہلے کی طرح پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں اُن کی نقل و حرکت پر پوری اور کڑی نگرانی رکھی جائے تا شر پسند عنصر اپنے مقاصد میں کامیابی کا مُنہ دیکھنے نہ پائے۔

اُوپر کی سطور میں ہم نے جو یہ عرض کیا ہے کہ صرف احمدیوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ شیعہ حضرات کے خلاف بھی ہنگامہ آرائی کے آثار نظر آرہے ہیں تو یہ صرف ہمارا ہی احساس نہیں۔ بلکہ خود شیعہ لیڈروں کا بھی یہی احساس ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے گوجرہ ضلع لائل پور سے شائع ہونے والے ایک شیعی اخبار "صداقت" نے بایں الفاظ ہمارے دعویٰ کی تائید کی ہے:۔

"تحریکِ ختم نبوت کے دنوں جو انداز مرزائیت کے لئے اختیار کیا گیا تھا اس سے بڑھ چڑھ کر اب مذہب شیعہ کے خلاف کیا جا رہا ہے۔" (صداقت ۵ جون ۵۳ء منقول از رسالہ "الفرقان" جولائی ۵۳ء)

"ختم نبوت" کا مسئلہ چونکہ نازک ترین مسئلہ سمجھا جاتا ہے اور حقیقتِ حال سے ناآشنا لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کر کے امن کش لوگ عوام کو منافی کارروائیاں کرنے کی جرأت دلاتے ہیں (جیسا کہ گزشتہ سالوں احمدیوں کے خلاف احراریوں نے یہ پراپیگنڈا کیا تھا کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل (نعوذ باللہ) ایک جدید نبوت قائم کر رہے ہیں جس سے شانِ خاتم النبیینؐ پر حرف آتا ہے) اسلئے یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے کہ آج نہیں تو کل شیعہ صاحبان کے خلاف بھی ان کے مخالف لوگوں کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کے بالمقابل اختیار کیا گیا حربہ استعمال میں لایا جائے اور زور و شور سے تحریر و تقریر کے ذریعہ یہ منادی کی جائے کہ شیعہ لوگ بھی "ختم نبوت" کے منکر ہیں اسلئے دائرۂ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں۔

شاید کوئی صاحب ہمارے پیش کردہ امر کو محض قیاس آرائی پر محمول کریں اور کہیں کہ اس میں قطعاً کوئی حقیقت کارفرما نہیں اسلئے ہم اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت پہنچانے کیلئے شیعوں کے مخالف رسالہ "شمس الاسلام" سے ایک حوالہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ چند برس ہوئے مولوی محمد عبدالشکور صاحب مرزاپوری کے ایک مضمون میں لکھا گیا تھا کہ:۔

"بہرحال جب ائمہ شیعہ اسی طرح نبی بلکہ افضل الانبیاء ہوئے تو ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت معرضِ خطر میں پڑ گئی۔ کیونکہ شیعوں نے جب ان کے بعد اپنے بارہ امام کو نبی مان لیا اور حضور صلعم سے ختم نبوت چھین کر اپنے فرنگن لونڈی زادہ امام مہدی کو دیدی تو اہلِ تشیع کے منکرِ ختم نبوت محمدیہ ہونے میں اب کس کو کلام ہو سکتا ہے۔"

(رسالہ شمس الاسلام بھیرہ مارچ اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ ۲۲)

بالآخر ہم اربابِ حکومت پاکستان کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض پرداز ہیں کہ مذہب کا معاملہ چونکہ مذہبی انسانوں کی نظر میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے اسلئے اسے بازیچۂ اطفال بنانے کا موقع نہ دیا جائے اور جو لوگ مذہب کی آڑ میں مظلوم انسانوں پر آئے دن جور و استبداد روا رکھنے کے عادی ہیں انہیں اپنی کڑی نگرانی میں رکھا جائے تا وہ موقع پا کر ملکی امن کو برباد کرنے کی تدبیروں اور منصوبوں میں کامیابی کا مُنہ نہ دیکھ سکیں۔ اگر شورش پسند عنصر کی باگیں کھلی چھوڑ دی گئیں تو خطرہ ہے کہ آئندہ چل کر یہ لوگ مملکتِ پاکستان اور اسکے پُرامن باشندوں کیلئے کئی قسم کی مشکلات پیدا کرنے کا باعث ثابت

قبولِ احمدیت کی داستان

حضرت مولوی عبید اللہ صاحب بسمل مرحوم رضی اللہ عنہ سلسلہ احمدیہ کے ایک بزرگ عالم تھے۔ آپ پہلے شیعہ تھے۔ آپنے ارجح المطالب ایسی جامع تاریخ اسی زمانہ میں لکھی تھی۔
پھر تحقیق و جستجو کی مختلف منازل طے کرتے ہوئے آپنے احمدیت کو قبول کیا۔ آپ کی محققانہ طبیعت نے ان منازل کی مختصر کیفیت اپنے ایک مضمون میں قلمبند فرمائی ہے۔
اِس مضمون کا ایک حصہ پہلے الفرقان کے خلافت نمبر میں شائع ہو چکا ہے اب دوسرا حصہ افادۂ احباب کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ مضمون ہمیں مکرم سید محمد حسین شاہ صاحب سابق مختارِ عام نے نقل کر کے عنایت فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً ——— (ایڈیٹر)

قطب الاقطاب کی زیارت اور بیعت

مجھے کہنے لگے کہ تم نے اولیاء اللہ کو دیکھا نہیں ؟ حضرت امام علی شاہ کو دیکھا تھا تو اس وقت تم بہت چھوٹے تھے۔ چلو میں تم کو قطب الاقطاب اور اولیاء اللہ کا آفتاب دکھاتا ہوں۔ تونسہ شریف مجھ کو ہمراہ لے گئے حضرت اللہ بخش صاحب تونسوی کی میں نے زیارت کی۔ فقیرانہ حالت، ریش سفید اور ایک بابرکت انسان مجھے نظر آئے۔ اور میں نے دیکھا کہ ان کی خدمت میں قوالی بہت ہوتی ہے اور لوگوں کو وجد اور حال کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ میں اس کیفیت کے حاصل کرنے کا پہلے ہی سے گرویدہ تھا میں نے بوساطت منشی مہدی خاں صاحب ان کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور چند روز تک خوب قوالی سنتا رہا۔ میں دیکھتا تھا کہ قوالی کی محفل جب گرم ہو جاتی تو لوگ نہایت وجد کی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور گرتے پڑتے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہاں بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ ایک مہینہ دن رہ کر جیسا گیا تھا ویسا واپس آگیا۔ البتہ قوالی سننے کا بڑا شوق ہو گیا۔ کسی قدر بلھے شاہ کی کافیاں سنتا تو دل کو بھلی معلوم ہوتیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے ملاقات

مجھ کو منشی مہدی علی خاں ایک روز کہنے لگے۔ کہ تجھ کو بوجہ العلم حجاب الاکبر کچھ گھمنڈ پیدا ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے صوفیوں کی صحبت سے اثر نہیں ہوتا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی چونکہ معقول و منقول کے عالم ہیں وہ تیرے اس خیال کو تیرے دل سے نکال دیں گے۔ تو شیخ احمد دین صاحب کے ساتھ گولڑہ شریف چلا جا۔ میں نے کہا بہت بہتر میں زیارت حاصل کر آؤں۔ میں ان کے ساتھ گولڑہ شریف پہنچا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اس وقت لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کی تفسیر بیان کر رہے تھے اور اس میں معقولی اور منقولی دلائل اور نکات بیان فرما رہے تھے۔ اس وقت ان کی تقریر کا اختتام تھا۔ کچھ اچھی طرح سے میں سن نہ سکا۔ بہرحال تقریر کے اختتام کے بعد خدمتِ عالی میں پہنچا۔

اور پانچ روپے حضرت پیر صاحب کی نذر کئے۔ رات کو مُرغ پلاؤ کھایا اور سو رہے۔ صبح قریب دس بجے کے حضرت پیر صاحب کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ناگاہ رونے کی آواز آئی۔ اور مَیں نے دیکھا کہ چند عورتیں روتی ہوئی آ رہی ہیں۔ مَیں نے ایک صاحب سے چُپکے سے پوچھا۔ یہ بَین اور بُکا اور شیون کیسا ہے؟ اس نے چُپکے سے میرے کان میں کہا۔ پیر صاحب کی شیرخوار بچی فوت ہو گئی ہے اس کی مُکان (یعنی ماتم پُرسی) پر دوسرے گاؤں کی عورتیں آ رہی ہیں۔ جب وہ عورتیں حضرت پیر صاحب کے محل سرا میں پہنچیں تو ماتم سے کہرام برپا ہو گیا۔ اور سیاپا کیا گیا۔ اور یہ سیاپا روزمرہ امرتسر میں ہماری گلی میں بھی ہندو عورتیں کسی کے مرنے پر اسی طرح برپا کیا کرتی تھیں۔ گلی کوچوں سے گزرنا محال ہو جاتا تھا۔ اور اُن دنوں امرتسر میں ہندوؤں میں سے سیاپے کی رسم موقوف کرنے کے لئے ہندوؤں کی ایک کمیٹی معرضِ وجود میں آ چکی تھی۔ پس یہ نظارہ جب مَیں نے گولڑہ شریف میں پیر صاحب کے گھر میں دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ جس رسم کو ہندو بُرا سمجھ کر ترک کرتے جاتے ہیں وہ حضرت پیر صاحب کے گھر میں ہے۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ اس خیال نے مجھے ایسا گدگدایا۔ کہ پیر صاحب کے پاس بیٹھنا مجھ پر دشوار ہو گیا۔ مَیں چاہتا تھا کہ فوراً اٹھ کر وہاں سے چلا آؤں۔ مگر مجبوراً ایک گھنٹہ تک انکی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب پیر صاحب گھر کو تشریف لے گئے تو مَیں نے احمد دین سے کہا۔ کہ بھئی مَیں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ مَیں یہاں دین سیکھنے کے لئے آیا ہوں یا کہ ایسی بدعاتِ شنیعہ۔ اس نے کہا۔ تُو بڑا بد اعتقاد ہے۔ مَیں نے کہا۔ ہوا کرے۔ جبکہ یہ خود بدعتوں میں پھنسے ہوئے ہیں تو مجھے کیا ہدایت کریں گے ؎ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ مَیں نے احمد دین کو مجبور کیا۔ اور وہاں سے بھی بے نیلِ مرام جیسے گئے تھے واپس آ گئے۔

سیال شریف کا عزم

شیخ احمد دین نے کہا۔ کہ مَیں سیال شریف جانے والا ہوں۔ حضرت مولانا شمس الدین کی خدمت میں۔ مَیں نے کہا۔ چلو دیدارِ مرداں کفارۂ گناہ۔ گولڑہ سے آ کر چند دن کے بعد سیال شریف شیخ احمد دین کی معیت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ شیخ احمد دین نے وہاں سَو روپیہ مولانا کی نذر کیا۔ تمام روز مَیں ایک نظارہ دیکھتا رہا۔ بہت سے اونٹ آتے تھے۔ اور حسب پسند داغ کئے جاتے تھے۔ اور داغ کر کے نذریں لئے جاتے تھے۔ اور غیر داغ والے مریدوں کو واپس کر دیئے جاتے تھے۔ اُس روز یہی تانتا لگا رہا۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب اسی میں مصروف رہے۔ دوسرے روز حضرت مولانا کی خدمت میں شیخ احمد دین نے کچھ اپنے کاروبار ٹھیکہ داری کے متعلق عرض کر کے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت مولانا صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے۔ سائیں توں کتھوں آیا ہیں۔ کی ناں ہے اور کس مطلب کے لئے آیا ہیں؟ مَیں نے عرض کیا۔ کہ فیوضِ باطنی سے کچھ حصہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا۔ چند دہاڑے ٹکیں گا پا جائیں گا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت رہ نہیں سکتا۔ پیراں چشت کی کچھ نذریں من چھوڑ۔ مَیں خاموش ہو گیا۔ پیر صاحب نے پھر میری طرف توجہ نہیں فرمائی۔ یہاں سے بھی بے نیلِ مرام واپس ہوا۔ راستہ میں مجھے شیخ احمد دین صاحب

نے کہا۔ کہ کوئی نذر مان لینی چاہیئے تھی۔ میں نے کہا بھئی
نذر و نذرانہ مانی تھی تو پیران رتڑ چھتڑ میرے لئے کافی
تھے۔ کیونکہ میرے پیر تھے اور میرے والدین کے بھی پیر
تھے۔

تعویذ لکھنے کا شوق

پھر میں پنجاب میں کسی بزرگ کی خدمت میں پہنچ گیا
اس اثناء میں مجھے کشمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ کیونکہ
میری بیوی کا پھوپھی زاد بھائی عبداللہ پیر جو سرینگر
میں ڈپٹی انسپکٹر تھا سخت علیل ہو گیا تھا۔ اور
میرے پھوپھا سسر مصطفیٰ پیر صاحب عرف مس پیر
نے جو اس وقت ایک پیر کہن سال تھے میری بیوی کو
آکر مجبور کیا کہ عبیداللہ کشمیر میں جا کر عبداللہ پیر کو
ساتھ لے آئے یا اس کی خبر لیوے۔ میں نے ہر چند
معذرت کی لیکن انہوں نے ۷۰/- روپے لا کر آگے
رکھ دیئے اور کہا بیٹا ضرور جاؤ اور میری سفید
ریش کی طرف خیال کرو۔ میں کشمیر میں گیا۔ وہاں حضرت
میر عبدالاحد صاحب اندرابی جو مولوی محمد حسن شعری
کے شاگرد تھے۔ اور قادریہ خاندان کے سجادہ نشین
تھے۔ اور بذریعہ خط و کتابت ان سے سابقہ تعارف
تھا اُن سے ملا۔ میر عبدالاحد صاحب اندرابی عربی
اور فارسی میں اچھی مداخلت رکھتے تھے۔ شعر بھی کہا
کرتے تھے۔ ان کو تعویذات اور عملیات میں بہت
کچھ دخل تھا۔ چنانچہ میں نے اُن سے تعویذوں کا
بھرنا۔ تعویذ لکھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ اعداد نقش پندرہ۔
غالب مغلوب۔ طالب مطلوب اور اعداد متحابہ وغیرہ
سیکھے۔ پھر انہوں نے ایک عربی کی کتاب دی جس کا
نسخہ میرے پاس پہلے سے موجود تھا۔ اس کا میں نے
ترجمہ کیا اور وہ چھپ چکا ہے۔ جس میں متعدد تعویذات
کا بھرنا اور لکھنا درج ہے۔ وہ لاہور کے چھاپہ خانہ
میں کرم الدین نے چھپوائی تھی لیکن ان نقشوں کے
لکھنے سے مجھے کوئی مفاد حاصل نہ ہوا۔ اسواسطے
میں اس علم سے بھی دست کش ہو گیا۔ لیکن دل میں
عملیات کا شوق گدگداتا رہا۔

بریلی میں ایک "باکمال" شخص کا ذکر

جب میں رامپور میں پہنچا۔ تو سُنا کہ بریلی
میں ایک باکمال بزرگ ہیں۔ حضرت شاہ نظام الدین حسین
خلف حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی چشتی نظامی
ان کو دیکھنے کے واسطے بریلی گیا۔ زیارت نصیب
ہوئی۔ میں نہایت ارادت اور ادب کے ساتھ
ان کے حضور بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ناگاہ ایک طوائف
آ گئی۔ اس نے دو پونڈ حضرت کی نذر کئے اور قدمبوسی
کی۔ حضرت نے وہ دو پونڈ اس سے لے لئے۔ اس
نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت نے مجھ کو ایک نقش
دیا تھا جس کی برکت سے برجا بھوکن سرنواس رامپور
کا خزانچی میرا تابعدار بن گیا۔ بدقسمتی سے وہ نقش
مجھ گنہگار سے گم ہو گیا۔ اب خزانچی موصوف مجھ
سے فرنٹ ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ نظام الدین حسین
نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اور دیا جائے گا۔ خاطر جمع
رکھو۔ میرے بد اعتقاد دل نے فوراً مجھے اس مجلس
سے اُٹھنے کی انگیخت کی۔ میں سلام کے بغیر ہی دل
میں لاحول پڑھتا ہوا باہر نکلا۔ ان کے خلیفہ صاحب
باہر بیٹھے ہوئے چند سفید پوش بزرگ ہستیوں کو
ارادت کا سبق تلقین فرما رہے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر
فرمانے لگے۔ آپ حضرت صاحب کے حضور سے
بڑی جلدی اُٹھ آئے ہیں۔ میں نے واقعہ عرض
کیا۔ فرمانے لگے۔ کیا قرآن شریف کی آیات میں
برکت نہیں؟ میں نے کہا۔ معاذ اللہ کیا قرآن شریف

کی آیات ایسی بداعمالی کے لئے نازل ہوئی ہیں؟ خلیفہ صاحب کچھ خاموش ہوگئے اور میں وہاں سے اُٹھ کر اپنے سفر پر اور خرچ سفر پر دل میں افسوس کرتا ہوا رامپور واپس آگیا۔

مولوی ولی نبی صاحب سے ملاقات

ایک شخص میرا دوست یعقوب علی تھا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا انہوں نے کہا وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہاں ایک مقدس وجود موجود ہے۔ حضرت مولانا ولی نبی صاحب نقشبندی مجددی قطب زمانہ ہیں۔ آپ ان سے ملیں۔ منشی گوہر علی ایک مرید کی وساطت سے جو میرا دوست تھا مولوی ولی نبی صاحب کی خدمت میں گیا۔ آپ ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ مجددی طریقہ میں بیعت لیتے تھے۔ صبح کے وقت حلقہ ہوا کرتا تھا۔ گوہر علی نے کہا کہ یہ حضرت [illegible] سے آئے ہیں اور ارادہ بیعت کا رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اسی جگہ کچھ مٹھائی منگوائی اور ایک روپیہ نذر کیا اور بیعت کی۔ اور آپ نے وہی مراقبے کا طریقہ جو حضرت امام علی شاہ صاحب یا پیر صادق علی شاہ صاحب ارشاد کیا کرتے تھے فرمایا اور کہا کہ صبح کی نماز یہاں آکر پڑھا کرو۔ میں ان کی خدمت میں اکثر صبح کے وقت ان کے حلقہ میں حاضر ہوتا اور ایک مدت تک مراقبہ کر کے بیٹھا رہتا۔ گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ کے بعد آپ ہاتھ اُٹھاتے۔ دعا کرتے اور چلے جاتے۔ نہ کسی پر وجد تھا نہ حال تھا۔ چند روز کے بعد اُن کے مریدوں سے معلوم ہوا کہ آپ حزب البحر کے بڑے عامل ہیں۔ میں نے بھی حزب البحر پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ . . . . . .

. . . .

حزب البحر پڑھنے کا طریق

فرمایا۔ تین روز زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اور زکوٰۃ کا یہ طریقہ بیان کیا کہ تین سیر جَو اپنے ہاتھ سے سات دفعہ دریا کے پانی سے دھو کر سکھاؤ اور اپنے ہاتھ سے باوضو ہو کر پیسو اور کورے برتن میں ڈال کر کورا پیالہ۔ کورا لوٹا لے کر دریا کے کنارے چلے جاؤ وہاں تین دن دن بھر روزہ رکھو اور بوقت افطار اپنے ہاتھ سے جَو گوندھو مگر وہ چھنے ہوئے نہ ہوں اور اپنے ہاتھ سے پکاؤ اور بغیر سالن روٹی میں صرف نمک ڈال کر کھا جاؤ اور احرام باندھ کر یعنی ایک چادر نیچے ایک چادر اُوپر ننگے سر اور ننگے پاؤں سو دفعہ روزانہ رات اور دن میں حزب البحر کو باوضو پڑھو اور وضو ٹوٹنے پر پھر فوراً وضو کر لیا کرو اور سوائے اس کے اور کوئی غذا استعمال نہ کرو اور نہ کسی شخص سے کلام کرو۔ اور سوتے وقت زمین پر سوؤ۔ اور جب سو کر اُٹھو تو اسی وقت دریا کے پانی سے غسل کرو۔ اور جب زکوٰۃ پوری کر چکو تو ایک مرغ لیکر گھر میں آکر ذبح کرو اور اُسے پکا کر تین مسکینوں کو کھلا دو۔ پھر ہر روز کسی نماز کے بعد صرف ایک دفعہ حزب البحر پڑھ لیا کرو۔ (اس مجاہدہ کو ترکِ جلالی وجمالی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں گوشت بھی ترک کیا جاتا ہے اور دودھ، دہی، گھی اور سبزی وغیرہ بھی) میں نے حسب الارشاد رامپور کے دریائے کوسی پر جو سٹیشن کے قریب ہے ایک مسجد میں جو جرنیل عظیم الدین خان نے ویرانے میں بنوائی تھی یہ عمل شروع کیا۔ دو روز تو میں نے جوں توں کر کے نان و نمک پر گذارہ کیا مگر تیسرے روز پیچش شروع ہوگئی اور بار بار پاخانے آنے لگ گئے۔ ساتھ ہی شدید بخار ہوگیا۔ میں نے جوں توں کر کے دن کاٹا۔

باربار وضو کرتا تھا اور بار بار حزب البحر پڑھتا تھا۔
لیکن بہرحال میں نے افتاں و خیزاں تین سو کی تعداد
کو پورا کر لیا۔ شہر سے کوئی پونے دو میل کا فاصلہ تھا۔
میری عادت ننگے پاؤں پھرنے کی نہیں تھی۔ جابجا کانٹے
لگ گئے۔ اور آخر گرتا پڑتا گھر پہنچا۔ بعد ازاں
ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھ سے یہ امر
چھڑا دیا۔ اور وہ یہ ہے کہ نواب صاحب کی ایک
خاص طوائف جے پور کی بائی صاحبہ جس پر نواب صاحب
عاشق تھے اُن سے روٹھ کر جے پور چلی گئی اور باہمی
ناچاقی ہو گئی۔ نواب صاحب ہر چند منت سماجت
کرتے تھے۔ لیکن وہ رامپور میں آنے کا نام نہیں
لیتی تھی۔ نواب صاحب کے حاشیہ نشینوں
میں سے کسی نے کہا۔ مولوی ولی نبی صاحب کو
بلا کر آپ فرمائیں۔ چنانچہ نواب صاحب نے مولوی
صاحب کو بلوایا اور کچھ نذر بھی دی اور عرض حال
کیا۔ مولوی صاحب نے کہا میں وظیفہ شروع کرتا
ہوں۔ چنانچہ ادھر مولوی صاحب نے وظیفہ شروع
کیا اور اُدھر نواب صاحب نے اپنی ریاست کے
چیف انجینئر رائٹ صاحب کو جو دو ہزار روپیہ
تنخواہ پاتا اور انگریزوں میں بڑی وجاہت رکھتا تھا
مہاراجہ جے پور کے پاس بھیجا اور وہ راجہ کو سمجھا
بجھا کر بائی صاحبہ کو ساتھ لے آیا۔ مولوی صاحب
نے فرمایا۔ کہ یہ میرے عمل کی تاثیر ہے چنانچہ مولوی
صاحب کا مشاہرہ مقرر ہو گیا۔ چونکہ میں بوجہ حضرت
مولوی غلام علی قصوری کی تعلیم کے ایسے امور کو
کراہت کی نگاہ سے دیکھتا تھا میں نے حزب البحر
شریف کا عمل چھوڑ دیا۔ اور مولوی صاحب کی
خدمت میں بھی آنا جانا ترک کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

ایک اور بزرگ کی صحبت

بعد اس کے میاں محمد عاشق صاحب رامپوری
کی خدمت میں جانے لگ گیا۔ اور انکے صاحبزادہ
خواجہ میاں صاحب سے تعارف بڑھ گیا۔ آپ
ایک درویش صورت گوشہ نشین تھے۔ جب ان
سے استدعا کی گئی کہ آپ مجھ کو کوئی حصول
کشف کا طریقہ بتائیں تو فرمانے لگے جو مجھ کو
نہیں آتا آپ کو کیا بتاؤں۔ میں نے گستاخانہ
عرض کیا۔ کہ یہ مسند آرائی پھر کیسی؟ کہنے لگے۔
پیٹ پالنے کا دھندا ہے۔ جب کوئی کام نہ آیا
تو پیری مریدی لے بیٹھے۔ ان کے انکار سے مجھے
شبہ پڑ گیا کہ یہ ضرور کچھ جانتے ہیں۔ میں نے
کہا۔ حضرت! اس انکار سے آپ کی مطلب براری
نہیں ہو گی۔ من از دامن طلب دست بر نہ دارم۔
فرمانے لگے۔ اچھا آتے جاتے رہا کرو۔ میں اکثر اُن
کی خدمت میں جاتا تھا۔ لیکن اِدھر اُدھر ہی کی باتیں
ہوتی تھیں۔ ایک دن عرض کیا تضیع اوقات
کے لئے تو نہیں آتا۔ کہنے لگے تمہارے آنے سے
دل بہل جاتا ہے۔ کوئی چٹکلا سنا جاتے ہو۔
ہنسا جاتے ہو۔ کوئی شعر سنا جاتے ہو۔ میں نے
کہا۔ پھر میں لے کر کیا جاتا ہوں۔ ایک دن فرمانے
لگے۔ تا ارادتے نیاری سعادتے نبری۔ میں نے
عرض کیا۔ میں آپ کا دل سے مرید ہوتا ہوں نہ کہ
زبان سے۔ کہنے لگے کہ زبان اور جنان دونوں
کا اتحاد ایمان میں شرط ہے۔ میں نے کہا۔ دل
کا حال خدا جانتا ہے۔ لیکن زبان دل کی ترجمان
ہے۔ زبان سے تو عرض کیا ہے۔ پاؤں نے تصدیق
کر دی کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔

کہ حبسِ نفس کیا کرو۔ میں نے کہا جوانی کا عالم ہے۔ باغ میں بلبل حبسِ نفس نہیں کرسکتا۔ کوئی ذکر شغل ہی بتائیں۔ کوئی وظیفہ ارشاد ہو۔ کہنے لگے۔ اللہ اللہ کیا کرو۔ میں ان کی خدمت میں جاتا رہا۔ لیکن چند روز کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ بیشک ایک سادہ مزاج انسان تھے لیکن مجھ کو ان کی محبت سے کوئی فیض حاصل نہ ہوا۔

میاں منصور صاحب رامپوری کی خدمت میں

اُس وقت ایک اور بزرگ رامپور میں مشہور تھے۔ میاں منصور صاحب۔ آپ ہمیشہ داڑھی پہ ڈھاٹا باندھے رہتے تھے۔ شعر بھی کہتے تھے تاریخ کا مادہ نکالنے میں اچھی دسترس تھی۔ ان سے ملاقات کے بعد عرض کیا۔ کہ مجھے شعر و شاعری کی ضرورت نہیں۔ تاریخ گوئی سے مطلب نہیں۔ مطلب سعدی دیگر است۔ ایک کشکول گدائی لے کر آیا ہوں۔ کچھ میرے کاسہ میں بھی بھیک ڈال دیا جائے۔ کہنے لگے۔ راجہ کے گھر میں موتیوں کا کیا کال ہے۔ تم چہل کاف پڑھا کرو۔ ان کا لکھا ہوا [illegible] تک میرے پاس رہا۔ میں ہرچند چاہتا کہ میری زبان پہ چہل کاف چڑھے مگر نہ چڑھا۔ کیونکہ چالیس کاف حرف دو سطروں میں جمع کئے ہوئے تھے۔ میں نے ایک ہفتہ کے بعد عرض کیا۔ یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ چہل کاف پڑھا نہیں جاتا۔ کوئی آسان چیز بتائیں۔ یہ تو رقیۃ العقارب ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی کیفیت قلبی حاصل ہوجائے۔ کہنے لگے۔ کہ ترکِ جلالی اور جمالی کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا۔ حضرت علیؓ سے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ترکِ لذات نہیں کرایا۔ یہ خلافِ مسنون طریق میرے کس کام ہے۔ فرمانے لگے۔ تم میں کچھ تو تپ کا مادہ ہے۔ میں نے کہا تو تپ ہوا خیر تو تپ مجھے تو سیرت نبویؐ سے کوئی عمل بتائیں۔ کہنے لگے کسی مولوی سے پوچھ لو۔ میں نے کہا۔ بہت بہتر۔ میں اُٹھ کے آنے لگا تو کہنے لگے۔ کیا ناراض ہوگئے ہو؟ میں نے کہا۔ حضرت! ناراض اس حالت میں ہوتا جب یہ سمجھتا کہ آپ کے پاس کچھ ہے اور آپ نہیں دیتے۔ جب آپ کے پاس میری مطلوبہ چیز ہے ہی نہیں تو میں کیوں ناراض ہونے لگا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا آپ کا تضیعِ اوقات ہے۔ کچھ آنکھیں نیچی کرکے خاموش ہوگئے۔ آفتاب صداقت طلوع ہونے والا ہے۔

پھر میں نے سُنا کہ گنج مرادآباد میں ایک بزرگ رہتے ہیں مولوی فضل الرحمٰن صاحب۔ اُنہی دنوں میں مجھے بحصولِ رخصت رائے بریلی کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی خدمت میں پہنچا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایک شب اپنے پاس ٹھہرنے دیتے تھے۔ اور صبح کو رخصت کردیتے تھے۔ میں رات کو اُن کی خانقاہ میں ٹھہرا۔ صبح کو اُنہوں نے بُلایا اور دریافت کیا۔ کہ آپ کس مطلب کے واسطے آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کوئی سہل طریقہ ارشاد ہو کہ جس سے کوئی کشفی حالت مجھ پہ بھی وارد ہو۔ یا وجد و حال ہی کی لذت حاصل ہو۔ کہنے لگے بھئی تلاش میں تو میں بھی بیٹھا ہُوا ہوں۔ میں نے ہزاروں عمل کئے، مجاہدے کئے۔ آج تک تو کوئی کشفی صورت مجھ پہ وارد نہیں ہوئی۔ لوگ مجھے بزرگ سمجھ کر جوق در جوق آتے ہیں۔ دُعا کی

درخواست کرتے ہیں۔ مَیں بھی دُعا کرچھوڑتا ہوں۔ کوئی بندہ خدا آپ کو مل جائے گا۔ جو آپ کو مراد تک پہنچائے۔ اب وقت صبح کا ہے۔ ستارے چُھپ رہے ہیں۔ آفتاب نکل آیا ہے۔ آفتاب کی تلاش کرو۔ مَیں نے کہا جب آفتاب نکل آیا ہے تو اس کی تلاش کیا کرنا۔ کہنے لگے۔ یہ بھی ٹھیک ہے مگر بھائی تمہاری آنکھوں میں تمہارے۔ مدد ہونی چاہئے یعنی آشوب چشم نہ ہو کہ تم آفتاب کو نہ دیکھ سکو۔ مَیں نے کہا۔ حضرت! اسی آشوب چشم کا نسخہ عنایت فرمایا جائے کہ آشوب رفع ہو۔ کہنے لگے۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ اہل اللہ کا نام سُنو تو ان کی غیبت نہ کرو۔ اُن کو بُرا نہ کہو۔ بلکہ فیض حاصل کرنے کے واسطے ان کی خدمت میں جاؤ۔ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ ان کے اس فرمانے پر کہ ستارے چُھپ گئے ہیں اور آفتاب نکل آیا ہے مَیں نے کہا جو آفتاب ہوگا مجھے خود ہی نظر آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا

انہی دنوں مَیں نے ایک مسدس کہا جس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدس کی طرف یوں التجا تھی ؎

یا رسول اللہ برائے درد ما درماں فرست
مہدیٔ آخر زماں یا عیسیٔ دوراں فرست
خشک سالے مردمی محمد یوسف از کنعاں فرست
قوم شد غرق جہالت نوح کشتی بار فرست
گر نگیری خواجہ دست امت از پا اوفتد
اوفتد آساں کہ نامش ہم ز دنیا اوفتد

(مفصل دیکھو قدسی مددجہ اسلام صفحہ ۲۸ و ۲۹)

قبولِ احمدیت کی داستان

خدا تعالیٰ نے میری یہ دُعا قبول کی اور محض اپنے فضل سے اس نے مجھے وہ وقت عنایت فرمایا۔ کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور آفتاب دیکھ لیا۔ مَیں ارجح المطالب چھپوانے کے لئے لاہور میں ابراہیم ڈوری باف کے مکان پر ایک روز ٹھہرا ہوا تھا۔ کوئی ساڑھے آٹھ بجے صبح کا وقت ہوگا کہ مَیں ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کسی نے کہا۔ سامنے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور وہ مرزائی ہے۔ وہ بھی ڈوری بُن رہا تھا اور ابراہیم ڈوری باف کا اُجرتی ملازم تھا۔ اس کا نام احمد دین ڈوری باف تھا۔ مَیں نے اس کو بلایا اور اس سے احمدیت سے متعلق کچھ باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں صوفی نبی بخش صاحب اس شخص کو دیکھ کر تشریف لے آئے۔ چارپائی کے سامنے مونڈھا بچھا تھا اس پر بیٹھ گئے۔ مَیں نے صوفی صاحب سے چند سوالات کئے جن کے انہوں نے جواب دیئے۔ بالآخر مَیں نے کہا۔ کہ ایک مُدت ہوئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی تصنیف براہین احمدیہ جس وقت چھپ رہی تھی تو مَیں نے اس کو دیکھا تھا۔ وہ کتاب تو نہایت لاجواب تھی لیکن بعد میں کوئی تصنیف مرزا صاحب کی نہیں دیکھی۔ سُنا ہے کہ آپ نے بہت بڑا دعویٰ کیا۔ خصوصاً مہدی ہونے کا۔ کیونکہ مسیح ناصری کی وفات کا میں پیشتر ازیں قائل ہو چکا تھا۔ اس واسطے مسیح موعود ہونے کی نسبت تو مَیں نے کچھ نہ کہا۔ مہدی ہونے کی نسبت ان سے پوچھا۔ انہوں نے کسوف خسوف والی حدیث کو پیش کیا۔ مَیں نے کہا۔ ابن خلدون

نے تو مہدی کی حدیثوں کو مجروح ٹھہرایا ہے۔ اور امام بخاری نے تو کوئی باب نہیں باندھا۔ اس واسطے آپ مجروح حدیث کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ صوفی صاحب نے کہا۔ سبحان اللہ! جب زمین و آسمان نے شہادت دے دی۔ حدیث نے اپنی تصدیق پر آپ مُہر کر دی تو پھر بھی وہ مجروح رہی! اِس جواب کی معقولیت نے میرے دل پر ایک گہرا اثر کیا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے حاصل کی۔ آیا آپ نے کوئی حدیث کی کتاب یا علم کلام کی کتاب مطالعہ کی ہے؟ صوفی صاحب نے کہا۔ مَیں نے کسی کتاب کو نہیں دیکھا۔ اس دوسرے جواب نے میرے دل پر اور بھی چرکا لگایا۔ ان کی شکل و شباہت غور سے دیکھ کر خیال آیا۔ کہ ایک اُمّی شخص ایسے برجستہ جواب نہیں دے سکتا۔ کوئی اس میں گہرا راز ہے۔ یہ تو صحابہؓ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا۔ اچھا حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی کتاب آپ کے پاس ہے؟ وہ شخص جو ڈوری بُن رہا تھا اس نے کہا۔ ایک کتاب ایک طالب علم رکھ گئے ہیں لیکن وہ عربی کی ہے۔ اگر دیکھنا چاہتے ہیں تو اِس وقت میرے پاس موجود ہے۔ مَیں نے کہا۔ ہاں ہاں لے آؤ۔ وہ کتاب لے کر آیا۔ وہ سرّ الخلافہ تھی۔ مَیں لے کر جس مکان پر ٹھہرا ہوا تھا رات کو دیکھنے لگا۔ مَیں چِت لیٹا ہوا کتاب کو پڑھ رہا تھا۔ عبارت کی روانی، مضامین کی آمد اور برجستگی کو دیکھ کر بے اختیار سبحان اللہ سبحان اللہ زبان سے نکل جاتا تھا۔ دوسرے دن اس ڈوری باف نے (جو بعد میں غیر مبائع ہو گیا۔ صوفی احمد دین ڈوری باف اس کا نام تھا) مجھ کو مسک العارف مولوی محمد احسن کی دی۔ اور میرے دل میں خیال اٹھا کہ حضرت مسیح موعود

کی زیارت کروں لیکن اس وقت میری دونوں بیویاں میرے پاس لاہور میں ریاست رامپور سے آئی ہوئی تھیں۔ اِس وجہ سے میں عجلت کر کے قادیان حاضر نہ ہو سکا۔ مگر احمدی احباب سے تعارف پیدا ہو گیا خصوصاً مفتی محمد صادقؓ صاحب سے نہایت راہ و رسم پیدا ہو گیا۔

بشپ لیفرائے کا لیکچر

انہی دنوں بشپ لیفرائے نے معصوم نبی کا اشتہار نکالا اور انارکلی فورمن ہال میں لیکچر دیا۔ مفتی محمد صادق صاحب نے اس کے دندان شکن جواب دیئے۔ جن کی تفصیل طول رکھتی ہے۔ بعد اس نے ایک اور اشتہار زندہ نبی کا نکالا۔ اس پر لاہور کے عمائدین نے مولوی ثناء اللہ کو امرتسر سے بُلوایا۔ مولوی ثناء اللہ نے آتے ہی مجمع عام میں لوگوں سے کہا کہ میں معصوم نبی کے لیکچر کا جواب دوں گا۔ مگر زندہ نبی کا جواب احمدی دیں۔ چنانچہ اس قرارداد کے مطابق اتوار کی شب کو جب بشپ لیفرائے نے زندہ نبی کے مضمون پر لیکچر دیا تو اختتام پر مولوی ثناء اللہ نے اُٹھ کر کہا۔ پادری صاحب مَیں آپ سے اس مضمون معصوم نبی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بشپ نے کہا۔ کہ اس وقت میرا تازہ لیکچر تھا اور سُننے والے بہت سے موجود تھے اور ممکن ہے اس وقت وہ نہ ہوں۔ آپ میرے اِس وقت کے لیکچر پر جو کچھ اعتراض کرنا ہے کریں۔ مَیں جواب دوں گا۔ مولوی ثناء اللہ نے کہا۔ مَیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ مَیں تو سابقہ لیکچر پر آپ سے گفتگو کروں گا۔ جانبین سے اِس پر دیر تک ردّ و کد ہوتی رہی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ

آج ہی کے لیکچر پر گفتگو کریں۔ مگر مولوی ثناء اللہ پہلو تہی کرتے رہے۔ بشپ صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی عاجزی دیکھ کر کہا۔ اچھا اسی پر گفتگو شروع کرو۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زبان سے اثنائے گفتگو میں یہ نکل گیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا بنا بر کسر نفسی تھا۔ اس پر بشپ نے کہا کہ مولوی صاحب آپ اپنے نبی کو معصوم ثابت کرنے کے لئے خدا کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کسر نفسی کی وجہ سے نبی صاحب اگر استغفار کرتے تھے تو خدا کو چاہیئے تھا کہ جواب دیتا آپ معصوم ہیں استغفار کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں تو خدا تعالیٰ الٹا نبی کو فہمائش کرتا ہے کہ تم اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرو۔ میں آپ سے زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کی گفتگو کی معقولیت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ پھر کہنے لگا۔ میرے آج کے لیکچر پر جس نے گفتگو کرنی ہو وہ کرے۔ جناب مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کو باآواز بلند پڑھ کر سنایا۔ بشپ نے سن کر کھڑے ہو کر کہا۔ آج تک میں نے یہ باتیں نہیں سنی تھیں۔ میں اس کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں۔ اتنا سن کر عوام الناس میں ایک شور برپا ہو گیا اور متفق اللفظ ہو کر کہنے لگے۔ ہم پادری صاحب کے ساتھ ہیں۔ مرزائیوں کی تقریر کے ساتھ ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ اور ایک شور مچا دیا۔ مجھے اس وقت جوش پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے مسلمانو! شرم کرو اور اس وقت کی تقریر پر غور کرو۔ اتنے میں بشپ چلا گیا اور جلسہ ختم ہو گیا۔

بعد اس کے حضرت مسیح موعود کا پیغام مناظرہ بشپ کو پہنچا لیکن بشپ نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ (بشپ لیفرائے کا واقعہ ۳۱ مئی ۱۹۰۰ء کے الحکم میں تفصیلاً ملاحظہ کیا جا سکتا ہے) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت بذریعہ خط اگرچہ چند دن پہلے کر چکا تھا مگر بعد میں میں نے ایک بیعت نامہ بھی لکھا۔ جس کی ابتدا یوں تھی:۔

بیعت نامہ

نخستیں کہ در بزم گاہ وجود
بآدم سپردند جام شہود
ازاں جام پر تو نمودار شد
کہ ذرات عالم پر انوار شد
چو آدم بسوئے جناں رخت برد
ہماں جام با شیثؑ ازاں سپرد
چو لوح شد روشن شیث از فتوح
بعالم درخشندہ شد لوح نوح
ازاں باز از مہر رب جلیل
ز باب العیال گشت بدر خلیل

اسی بیعت نامہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت میں نے لکھا تھا ع

کہ آمد پس از من مسیح سعید

پھر حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت بخطاب میں یوں عرض کیا تھا ؎

کسانیکہ بر دین ترسا ستند
ز تیغ دعائے تو ترسا ستند
چو آتھم بقعر جہنم نشست
چلیپا بدوش نصاریٰ شکست
براسلام چوں شد الد الخصام
چہا آمد از چرخ بر لیکھرام
چناں دہرۂ دہرش از ہم درید
ہمہ آریہ قوم آہے کشید

یہ بیعت نامہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی معرفت حضرت مسیح موعودؑ کے حضور بھیجا۔ اور انہوں نے پڑھ کر سنایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ تو ایک دوسرا فردوسی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی پر میں نے کہا ہے ؎

از مسیح اللہ گشتم فیضیاب
یا فتم فردوسیٔ ثانی خطاب

نوٹ :۔ یہ بیعت نامہ الحکم مؤرخہ ۲۴ ۱۲/۱۹۰۰ میں درج ہے۔

قادیان میں آمد

بیعت نامہ ارسال کرنے کے بعد میں خود بھی اپنی بیویوں کو لاہور میں چھوڑ کر اور خرچ دے کر حالانکہ اس وقت وہ مسافرانہ حالت میں رہتی تھیں قادیان دارالامان میں آیا اور دستی بیعت کی۔ یہ میرا قادیان میں آنا دوسری دفعہ تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے میں حضرت حکیم مرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرحوم کی خدمت میں اپنے سالے امانت اللہ کو جو بیٹے پر گھوڑے کے دولتے لگنے سے مسلول و مدقوق ہو گیا تھا اپنے والد صاحب کی اجازت سے لے کر آیا تھا۔ اس وقت بٹالہ اور امرتسر کے درمیان ابھی ریل تیار نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت میں نے قادیان کے بڑے بازار میں مغرب کے وقت صرف ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ دیکھا۔ شاید کوئی پکوڑے والا تھا کہ اس کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اور چاروں طرف بڑے بڑے کھنڈر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کے ہاں سے کھانا کھایا۔ صبح کو کوئی آٹھ بجے کے قریب حضرت مرزا صاحب نے بیمار کی حالت کو دیکھ کر کہا کہ بھائی ان کو بہت جلدی لیجاؤ۔ پھر ارشاد ہوا کہ کھانا تیار ہے کھا کر جانا۔ مرزا سلطان احمد صاحب سے اس وقت سے ملاقات ہے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں ہوئی اور نہ اس غرض سے میں آیا تھا۔

مرزا غلام قادر صاحب سے ملاقات

مرزا غلام قادر صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ وہ اس وقت گھوڑے پر سوار ہو کر گورداسپور کی طرف تشریف لیجا رہے تھے۔ چونکہ میرے والد صاحب کے ساتھ ان کا تعارف تھا۔ انہوں نے کہا میرا السلام علیکم کہہ دینا مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اس بیمار کی حالت کو دیکھ کر جلدی لیجانے کو کہا ہے اور میرا خیال ہے کہ شاید یہ گھر تک نہ پہنچ سکے جلدی چلے جانا بہتر ہے ورنہ چند روز یہاں مرزا سلطان احمد کے پاس ٹھہرتے۔ پھر مرزا غلام قادر صاحب حکیم محمد شریف صاحب خلف حکیم حسین علی صاحب موجود ال کے ہاں تشریف لاتے تھے اور ان سے نیاز حاصل ہوتا رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اس زمانہ میں زیارت نہیں ہوئی۔ ہاں مرزا سلطان احمد صاحب سے بارہا ملاقات ہوتی تھی۔ جب تشریف لاتے تھے تو حکیم مولوی محمد شریف صاحب کے مکان پر ہی ٹھہرتے تھے اور بسا اوقات ان سے تبادلہ خیالات ہوا کرتا تھا۔ میرے خیالات اس وقت رندانہ تھے۔

صبح کو جب یہاں قادیان سے رخصت ہونے لگا تو بڑے بازار میں ہو کر ابھی یکہ پر سوار نہیں ہوا تھا۔ کہ بازار کی طرف نگاہ کر کے دیکھا تو ایک دوکان پر کوئی کپڑا بچھا ہوا تھا اور اس پر دانے پڑے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بازار میں کچھ نہ تھا۔ یہ اس وقت کی بازار کی حالت تھی +

جماعتِ احمدیہ اور مقاصدِ احمدیت

محترم جناب قاضی محمد یوسف صاحب قاضی خیل - ضلع مردان

اے مسلمانان مسلمانیم ما
کلمۂ توحیدے خوانیم ما

مذہب اسلام کیش و دین ماست
حاملانِ شمعِ قرآنیم ما

ما محمد مصطفےٰ را تابعیم
از مطاع در زیرِ فرمانیم ما

احمدِ موعود ما را مقتداست
از اتباعش فیض جویانیم ما

حق تعالیٰ داد عرفان امام
بر عطایش حمد گویانیم ما

ہر کسے کو بیعتِ احمد کند
آں بنامِ احمدی خوانیم ما

احمدیت اسلام است و امن
کے ز کفر و شرک ترسانیم ما

حق تعالیٰ گفتہ است الصلح خیر
صلح را از صدق جویانیم ما

ما جہادِ دین بالقرآں کنیم
قائلِ تذکیر و برہانیم ما

ما کہ لا اکراہ فی الدین خواندہ ایم
از رہِ اکراہ گریزانیم ما

دوستی داریم با مردانِ پاک
دشمنِ ابلیس و شیطانیم ما

انس ما گر با خدا و خلق ہست
آں زماں لاریب انسانیم ما

گر بہ ہمجنسانِ خود درندہ ایم
ماند انسانیم حیوانیم ما

شد سپردِ ما خلافت بر زمیں
ملکِ ما آنست کہ سکانیم ما

اسود و احمر ہمہ یکجا شدیم
متحد مانندِ اخوانیم ما

ہر کجا ہستیم ما در شرق و غرب
حق تعالیٰ را ثنا خوانیم ما

احمدی ہمدردِ ملک و ملت است
خادمِ ہر نوعِ انسانیم ما

میکنند تبلیغِ دیں ہر احمدی
در بقائے دین کوشانیم ما

ہست تعمیرِ مساجد کارِ ما
روز و شب گویانِ آذانیم ما

از پئے حفظِ حدودِ دینِ حق
مستعد ہم پاسبانیم ما

اتحادِ مسلمیں مقصودِ ماست
در ہمہ اطراف کوشانیم ما

ہرچہ در دل داشت یوسف گفتہ است
ظالمے نشنید حیرانیم ما

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللهِ"

یہودی اور عقیدۂ ابنیتِ عزیر

قرآن مجید کی تاریخی حیثیت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

(از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری)

سورۂ توبہ میں وارد ہوا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ. ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ. قَاتَلَهُمُ اللهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ○ (سورۂ توبہ آیت ۳۰)

ترجمہ:- یہود نے کہا۔ عُزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا صرف زبانی دعویٰ ہے۔ یہ اگلے کافروں کی بات کی نقل اُتارتے ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کس طرح صراطِ مستقیم سے بھٹکائے گئے ہیں۔

قرآن مجید نے اس آیت میں دعویٰ کیا ہے کہ جس طرح عیسائی مسیح کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اسی طرح یہودی عُزیر کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ابن اللہ ہے مستشرقین اور خصوصاً یہودیوں کی طرف سے قرآن مجید کی تاریخی حیثیت کو اس بیان کی وجہ سے چیلنج کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک کسی دور میں بھی عُزیر یعنی عزرا نبی کے متعلق یہودیوں میں ابنیت کا عقیدہ پایا نہیں جاتا۔

مفسرین نے اس اعتراض کا سرسری جواب تو یہ دیا ہے جیسا کہ بیضاوی نے لکھا ہے:-

"قرآن نے اپنی یہ آواز مدینہ میں یہودیوں کے مجمع کے اندر بلند کی۔ اور کہیں سے اس کی تکذیب اور خلافِ واقعیت کی صدا نہ اٹھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عرب کے یہودیوں میں یہ اعتقاد موجود تھا۔"

بعض تاریخی ثبوت بھی دیئے گئے ہیں۔

"ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں اس اعتقاد کے چند لوگ موجود تھے۔ ابن حزم نے ملل میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا صدوقی فرقہ جو یمن میں تھا اسی کا یہ عقیدہ تھا۔"[1]

مفسرین کے اس قسم کے بیانات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مسٹر پامر (Palmer) نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ

---

[1] ارض القرآن از مولانا سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۹۴-۱۹۵

میں اس آیت کے نیچے حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:-

"مسلمانوں میں روایت ہے کہ حضرت عزرا نبی صد سالہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی یادداشت سے تمام یہودی صحائف کو جو کہ یہود کی جلاوطنی کے دور میں تلف ہو چکے تھے۔ دوبارہ لکھوایا۔ اس وجہ سے دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ یہودی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ عظیم الشان کام سوائے اس شخص کے جو کہ خدا کا بیٹا ہو اور کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہودیوں کے اس عقیدہ کے متعلق (جو کہ قرآن نے ان کی طرف منسوب کیا ہے) یہودیوں میں مطلقاً کوئی روایت پائی نہیں جاتی۔ یہ غالباً قرآن کی اپنی اختراع ہے یا غلط واقفیت پر مبنی بات ہے"[۱]

یہودیوں کی طرف سے قرآن مجید کے اس بیان کو بھی عام طور پر چیلنج کیا جاتا ہے۔ سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ان دنوں جب میں مغربی ایشیا میں تھا میں جب بھی کسی فاضل یہودی ربی سے ملا اس نے قرآن کریم کے اس بیان کو تاریخی لحاظ سے ضرور چیلنج کیا۔[۲]

یہ تو ظاہر ہے کہ مفسرین نے عُزیر سے مراد عزرا نبی لئے ہیں۔ جو کہ بیلونیا میں جہاں یہودی جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں مبعوث ہوئے۔ فارسی شہنشاہ سائرس نے جسے قرآن مجید نے ذوالقرنین قرار دیا ہے، یہود کو اذن عام دیا۔ کہ وہ فلسطین میں دوبارہ جا کر بس سکتے ہیں۔ اس کے زمانہ میں اور بعد ازاں اس کے جانشینوں کے زمانہ میں یہود اپنے وطن میں واپس آئے۔ یہودی صحائف کاملاً تلف ہو چکے تھے۔ حضرت عزرا نبی نے ان کو دوبارہ جمع کیا۔ بائیبل میں حضرت عزرا نبی کے کارناموں پر مشتمل ایک صحیفہ "عزرا کی کتاب" کے نام سے موجود ہے۔ "اپاکرفل" لٹریچر میں عزرا نبی کے نام سے دو صحیفے موجود ہیں۔ جن میں کچھ تاریخی حالات اور عزرا نبی کے بہت سے کشوف اور تعلیمات درج ہیں۔ اس کے علاوہ یہودیوں کے قدیم لٹریچر میں حضرت عزرا نبی کے حالات درج ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودالوقت یہودی لٹریچر میں سے کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ یہودیوں نے عزرا نبی کی ابنیت کا اعتقاد کبھی رکھا ہو۔

ابن جریر اور ابن حزم کے بیانات کہ عرب کے یہودیوں میں یہ اعتقاد تھا مستشرقین کے نزدیک کوئی تاریخی سند نہیں ہیں۔ کیونکہ یہودی آثار اور قدیم لٹریچر اس دعوی کی تائید میں نہیں ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید تاریخی حوالوں کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ علیم و حکیم خدا کی باتوں پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ تاریخی صداقت دراصل وہی ہے جو قرآن مجید بیان کر دے۔ چاہے اسکی تائید میں زمانے کی ہزار گردشوں کے بعد کوئی سند پیدا ہو۔ فرعون کی لاش کے متعلق قرآن مجید کا دعوی انیسویں صدی میں مصر کے آثار قدیمہ نے سچ کر دکھایا۔ اسی طرح بالکل ممکن ہے کہ حضرت عزرا نبی کے متعلق بھی بعض ایسے تاریخی شواہد منصہ شہود پر آجائیں۔ کہ وہ باتیں جو کہ مستشرقین کو آج خلاف تاریخ نظر آتی ہیں وہی باتیں بعینہ

۱- The Koran Translated by E. H. Palmer P. 159

۲- اشاعت اسلام ماہ جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۵

تاریخی حقائق کا درجہ حاصل کر لیں۔ خصوصاً عرب میں بسنے والے یہودیوں کے متعلق بہت سا تحقیقی کام ابھی باقی ہے۔ عرب کے آثارِ قدیمہ بھی تشنہ تحقیق ہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ آئندہ چل کر ابن جریر اور ابن حزم کے بیانات کی تائید میں ایسے آثار برآمد ہو جائیں جو کہ قرآنی دعویٰ کی تائید کریں۔ لیکن یہ سب باتیں فی الحال درجۂ احتمال سے آگے نہیں جاتیں۔ اور یہ احتمال بھی اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم قرآن کریم کے عُزَیر کو بائیبل کا عزرا قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ قرآن مجید کا عُزَیر بائیبل کا عزرا ہے تو مذکورہ احتمال کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن جیسا کہ سید مقبول احمد صاحب بی۔اے نے بھی اپنے مضمون میں اشارہ کیا ہے یہ بالکل ممکن ہے کہ عُزَیر سے مراد عزرا نبی نہ ہوں بلکہ عُزَیر[1] دیوتا ہو جس کی پوجا بڑے زور شور سے زمانۂ قدیم میں مصر میں شروع ہوئی۔ سارے مصر میں عُزیر کو عظیم دیوتا کے طور پر مانا گیا۔ اس کے نام کے معبد تیار ہوئے۔ رومیوں میں بھی عُزیر کی پوجا Osiris کے نام سے شروع ہوئی۔ یہودی جو شام اور مصر میں انہی بُت پرست قوموں کے ساتھ رہتے تھے بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے بھی بُت پرستی کے دور میں عزیر کی پوجا کی ہو۔ اس نئے نظریہ کی تائید میں کوئی تاریخی ثبوت پیش نہیں کئے گئے۔ میں نے جب اس پر تحقیق کی تو مجھے بہت سے تاریخی شواہد اس نظریہ کی تائید میں ملے ہیں جن کو دیکھتے ہوئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی عُزَیر بائیبل کا عزرا نہیں۔ بلکہ مصر کا عُزیر دیوتا ہے۔ جو کہ خداوند تعالیٰ کے اوتار اور بیٹے کے طور پر نہ صرف مصر بلکہ مغربی ایشیا میں پوجا گیا۔ مصر میں اس کے نام کے بچھڑے بنائے گئے۔ ان بچھڑوں کو "آپس عزیر" (یا ہاپی عزیر) یعنی "عجل عُزیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا اور عزیر کی رُوح کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان بچھڑوں کو "فتاح" یعنی خالق خدا کا اوتار اور بیٹا قرار دیا گیا[1]۔

عزیر کی پرستش مصر سے نکل کر ارضِ کنعان میں بہت قدیم زمانہ میں پہنچ چکی تھی۔ مصری بہت ابتدائی زمانہ میں (دو ہزار سال قبل مسیح) جنوبی فلسطین میں آباد ہوئے۔ مزید برآں مصر و فلسطین کے نہایت قریبی تعلقات کی وجہ سے مصری تھیالوجی سے ارضِ کنعان کے لوگ متاثر ہوئے اور آمن، عُزیر، ایزیس اور فتاح مصری دیوتے ارضِ کنعان میں پہنچے[2]۔ سولھویں صدی قبل مسیح میں شام و فلسطین مصری سلطنت کا جزو بن گئے۔ اب مصری تہذیب اور مصری الٰہیات کے نفوذ کے لئے راستہ کھل گیا۔ چنانچہ شام و فلسطین اور آشور کے آثارِ قدیمہ میں بہت سی ایسی چیزیں نکلی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری دیوتاؤں کی پرستش مصر سے نکل کر شام، فلسطین اور آشور تک پھیل چکی تھی۔ بے شمار مصری مُہریں اور جواہر کے بنے ہوئے متبرک مصری کھوندے۔ عُزیر، ایزیس، فتاح وغیرہ دیوتاؤں کی مورتیں ارضِ کنعان سے برآمد ہوئیں۔ مصری

---

[1] ہیروڈوٹس نے آج سے اڑھائی ہزار سال قبل اس دیوتے کا نام Osiris یعنی عزیرس لکھا ہے۔ یونانی میں اسماء کے بعد "س" ہمیشہ زائد ہوتی ہے۔ بایں صورت اصل نام عُزیر ہے جو قرآنی عُزَیر سے بالکل مشابہ ہے۔ مصر کے آثارِ قدیمہ میں اس کا نام "ازاری" آیا ہے اور اس کے نام پر جو سانڈ یا بیل پوجا جاتا اسے "ایزاہاپی" یعنی عجل عزیر کے نام سے موسوم کیا جاتا۔

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ "Apis"

[2] پیکس تفسیر بائیبل ص ۵۵

معبدوں کے باقیات - راس شمرا، جبیس، بیت شیمن، مجدّو، لیکش اور دوسرے مقامات سے برآمد ہوئے۔
مصری بادشاہ رعمیس سوئم (۱۱۶۲-۱۱۹۴ ق م) نے جنوبی فلسطین میں ایک معبد بنوایا - وہاں مصری خدا کا ایک عظیم بُت نصب ہوا۔[1] اس معبد کے آثار بھی ملے ہیں - اس کے علاوہ بہت سی دوسری مصری مذہب سے تعلق رکھنے والی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔

بابل کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عزیر کا نام خدا وندا علیٰ مردُوک کے نام کے ساتھ شامل کر کے "مردُوک آذیری" پکارا جانے لگا۔[2]

یہ سب آثار پکار پکار کر گواہی دے رہے ہیں - کہ مصر کے عظیم دیوتے مغربی ایشیا کے بہت سے ممالک میں خصوصاً فلسطین میں مشہور و مقبول ہوئے فلسطین میں بچھڑے بنا کر عزیر کی پرستش کی گئی - اور ایک خاص قسم کی گائے کا تقدس عزیر کی بیوی "ایزیس ہاتھور" کی وجہ سے تھا - ہیروڈوٹس کہتا ہے - کہ مصری لوگ گائے کو ایزیس کے ظہور کی وجہ سے مقدس سمجھتے ہیں اور ان کے ہاں اس کا ذبیحہ ممنوع تھا - (تاریخ ہیروڈوٹس باب ۲ دوم)
فلسطین کے مقامات بیت شیمن، جزر، اور یریحو کے آثار قدیمہ سے گائے اور بچھڑوں کے مجسمے نکلے ہیں - جن کی پرستش وہاں ہوتی تھی۔[3] بعض دفعہ بچھڑے اور گائے کو

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو The Legacy of Egypt by S. R. K. Glanville P. 238 to 290

[2] Early History of Assyria by Sidney Smith P. 125

[3] کتاب مندرجہ بالا صفحہ ۱۴۰

جو کہ عزیر اور ایزیس ہاتھور" کے نام پر بنائے جاتے خدائے یاہواہ کی طرف بھی منسوب کر دیا جاتا - سماریہ کے برتنوں پر "یاہواہ میری گائے" کے الفاظ کندہ ملے ہیں - ان آثار کی روشنی میں محققین کا موجودہ نظریہ یہی ہے کہ شام و فلسطین میں مصری مذہب کا دور دورہ ہوا اور خصوصاً بچھڑے اور گائے کی پرستش مصری اثر کے تحت ہوئی نہ کہ کنعانی بت پرستی کی وجہ سے - (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو The Legacy of Egypt P. 239)

تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل نے مصر میں کئی صدیوں کے قیام کی وجہ سے مصر کے دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی۔[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں بچھڑے کی پرستش شروع ہو گئی۔[2] یہ پرستش ایک مضبوط اقدام کے باعث دب گئی - لیکن حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے بعد دوبارہ شروع ہو گئی۔[3] سلطنت کی تقسیم کے بعد شمالی سلطنت کے بادشاہ یربعام اوّل (۹۳۳ ق م) نے عجل پرستی کو شاہی مذہب قرار دیدیا - اور سونے کے دو بچھڑے بنا کر لوگوں کو یروشلم جانے سے روک دیا اور ان بچھڑوں کے معبدوں میں عبادت کرنے کا حکم دیدیا۔[4]
حضرت الیاس نبی کی کوششوں اور بت پرستی کے خلاف جہاد کی وجہ سے آٹھویں صدی قبل مسیح میں اسرائیلی بادشاہ "یاہو" نے بعل کے معبد گرا دیئے - کاہن قتل کر دیئے اور بعل کی پرستش کو بنی اسرائیل کے درمیان سے نیست و نابود کر دیا لیکن بچھڑوں کی محبت اس درجہ لوگوں کے قلوب میں راسخ ہو چکی تھی کہ اس نے اس پرستش کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے انکار کر دیا - بلکہ بعل کی پرستش بند ہو جانے کی وجہ سے یہ پرستش نئے جوش و خروش سے شروع

[1] یشوع ۲۴/۱۴ [2] خروج ۳۲/۴ [3] یشوع ۲۴/۱۴-۲۳
[4] سلاطین اوّل ۱۲/۲۸ ؏

ہو گئی اور اس کو ایک نئی تازگی حاصل ہو گئی[1]۔ پیکس تفسیر بائیبل میں[2] اقرار موجود ہے کہ بچھڑے کی پرستش یروبعام اول نے شروع نہیں کی بلکہ بنی اسرائیل میں پہلے سے موجود تھی[2]۔ سامریہ اس وقت بچھڑے کی پرستش کا ایک بڑا مرکز تھا۔ اور بنی اسرائیل میں عام طور پر شاہی سرپرستی کی وجہ سے یہ شرک پھیل چکا تھا۔ حضرت ہوسیع نبی نے اس پرستش کے خلاف بنی اسرائیل کو ایک زبردست انتباہ کیا[3]۔

عجل پرستی کی اس تاریخ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو جب بھی موقع ملا انہوں نے بچھڑے کی پرستش ضرور کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بچھڑا کس دیوتا کے نام پر بنایا جاتا تھا۔ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید متفق ہیں کہ کسی مصری دیوتا کے اظہار کے لئے یہ صورت نکالی گئی تھی[4]۔ آثارِ قدیمہ کی شہادت گزر چکی ہے کہ یہ سب بود مصر کی لگائی ہوئی تھی۔ محققینِ بائیبل کا نظریہ یہ ہے۔ کہ مصری عجل عزیر کی پرستش سے متاثر ہو کر بنی اسرائیل نے بچھڑے بنائے۔ وہ ان بچھڑوں کو خدائے یاہوہ کا مظہر سمجھتے تھے۔ اور اس کی پرستش کا نشان[5]۔ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ بچھڑا ہاتھر نامی مصری دیوی کی پرستش کے اظہار کے لئے بنایا جاتا تھا[6]۔

یہ یاد رہے کہ مصر میں عزیر کی بیوی ایزیس اور ہاتھر دیوی کو یکجا کر کے "ایزیس ہاتھر" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس دیوی کے سر پر گائے کے سینگ دکھائے جاتے تھے[7]۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بچھڑے کی پوجا اور گائے کے تقدس کی وجہ سے اس کے ذبح سے انکار دو الگ الگ واقعے ہیں۔ دراصل بچھڑا عزیر کی پرستش کا ایک نشان تھا اور گائے ایزیس ہاتھر کا نشان۔ بنی اسرائیل کا قول بائیبل میں درج ہے:۔

"اے اسرائیل یہی بچھڑا تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔"

(خروج ۳۲/۴)

قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ تو بھولا ہی رہا۔ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود (طٰہٰ) ظاہر ہے۔ کہ بچھڑا محض مصری دیوتے کی پرستش کا نشان تھا۔ مصر و فلسطین میں چونکہ عجل عزیر کی پرستش پورے زور شور سے ہو رہی تھی۔ قرآن سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل نے بھی دراصل عجل عزیر کی پرستش شروع کی تھی اور اس پرستش کو بعض دفعہ خدائے یاہواہ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی سمجھا گیا۔ گائے کا تقدس جیسا کہ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ عزیر کی بیوی ایزیس کی وجہ سے تھا۔ جسے مصری دیومالا میں "ایزیس ہاتھر" بھی کہتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے نہ صرف عزیر کا بچھڑا بنا کر اس کی پرستش کو رواج دیا بلکہ اس کی بیوی ایزیس ہاتھر کی وجہ سے گائے کے تقدس کو بھی حرزِ جاں بنائے رکھا۔

قرآن مجید کے مشکل مقامات کے حل کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ صدق سے ایک زرین اصل بیان ہوا ہے۔ کہ قرآن کریم کا ایک حصہ دوسرے حصے کے لئے بطور تفسیر ہے (يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا)

---

[1] سلاطین دوم ۱۰/۲۸-۲۹ [2] پیکس تفسیر بائیبل صفحہ ۳۰۱
[3] ہوسیع ۸/۵-۶ [4] خروج ۳۲/۴، سلاطین اول ۱۲/۲۸ اعمال ۷/۳۹-۴۰ [5] تاریخ بائیبل از بلیکی صفحہ ۱۵۰-
۱۵۰- ۱۱۸- ۱۳۴- ۳۰۶-
[6] The Legacy of Egypt P. 239

[7] تاریخ ملل قدیمہ صفحہ ۵۳-۵۴

قرآن مجید کی کسی بات کی اگر سمجھ نہ آئے تو تلاش کرنے پر دوسری جگہ اس کی کلید مل جائے گی۔ اس اصول کے پیشِ نظر میرے نزدیک عزیر سے مراد عزرا نبی نہیں، بلکہ عزیر دیوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں دوسری جگہ صاف بیان ہوا ہے کہ بچھڑے کی محبت مصر سے نکلنے والے یہودیوں کے دل میں پورے طور پر سرایت کر چکی تھی۔ ان کے قلوب میں عجل پرستی کی جڑیں اس حد تک نشوونما پا چکی تھیں۔ کہ قرآن مجید نے أُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (البقرۃ آیت ۹۳) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہ "ان کے دلوں کو بسبب کفر کے بچھڑا پلا دیا گیا"۔ اب مصر کے آثارِ قدیمہ جو کہ موجودہ زمانے میں برآمد ہوئے ہیں پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ مصر میں پوجا جانے والا بچھڑا دراصل عزیر دیوتا کی پرستش کا ایک نشان (Symbol) تھا۔

جس طرح ہندوؤں میں گائے کی پرستش ایشور کی پرستش کے نشان کے طور پر شروع ہوئی اسی طرح بچھڑے کی پرستش مصر میں عزیر دیوتا کی عبادت کے لئے مخصوص تھی۔ مصر میں اس قسم کے بچھڑوں کو جن کی عظیم الشان معبدوں میں پوجا کی جاتی تھی "عجل عزیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بائیبل میں بھی صاف لکھا ہے کہ مدتِ مدید مصر میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دل مصر کی طرف مائل تھے۔ ان میں بچھڑے کی پرستش آ گئی۔ (اعمال ۷/۴۰)۔ یہ پرستش حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے طور پر دبا دی۔ لیکن آپ کے دورِ سعادت کے بعد جب بھی بنی اسرائیل بگڑے غیر قوموں کے دوسرے بتوں کے ساتھ بچھڑے کی پرستش بھی انہوں نے اختیار کی۔ چنانچہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں اس پرستش نے اتنا زور پکڑا کہ حضرت ہوسیع نبی کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ بنی اسرائیل نے

"اپنے سونے چاندی سے بت بنائے تاکہ نیست و نابود ہوں۔ اے سامریہ تیرا بچھڑا مردود ہے..... یہ بھی اسرائیل ہی کی کرتوت ہے۔ کاریگر نے اس کو بنایا وہ خدا نہیں۔ سامریہ کا بچھڑا یقیناً ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا۔"

(ہوسیع ۸/۵-۶)

اس سے ظاہر ہے کہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں فلسطین میں سامریہ جو کہ غیر یہودی قوموں کا مسکن تھا بچھڑے کی پرستش کا مرکز تھا۔ اور بنی اسرائیل نے بڑے زور شور سے اس پرستش کو اختیار کیا اور رواج دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ بائیبل میں یہ تو ذکر موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش کی۔ لیکن یہ ذکر کہیں موجود نہیں تھا کہ بنی اسرائیل نے عزیر کی پوجا کی۔ قرآن مجید نے اس تاریخی صداقت کا اعلان کیا کہ بنی اسرائیل نے عزیر کو ابن اللہ مان کر اس کی پرستش کی ہے۔ موجودہ زمانہ میں بائیبل کے عبرانی نسخوں کے تراجم کی جو تصحیح ہوئی ہے اسکے پیشِ نظر اب یہ بات بالکل کھل چکی ہے کہ دراصل بائیبل میں بھی بنی اسرائیل کی عزیر پرستی کا ذکر موجود تھا لیکن لفظِ عزیر کو "اسیر" سمجھ کر ترجمہ "قیدی" کر دیا گیا۔ اب لیگارڈ (Lagarde) نے اپنے یونانی ترجمہ بائیبل میں تصحیح کی ہے۔ لیگارڈ کے نزدیک یسعیاہ ۱۰/۴ میں اہلِ یہودا کی طرف سے عزیر کی پوجا کا ذکر موجود ہے (دیکھیں تفسیر بائیبل ص ۴۴۴) ان آیات میں حضرت یسعیاہ نبی کی طرف سے یہود کو زبردست تنبیہہ کی گئی کہ سامریہ میں جس طرح غیر قوموں نے بتوں کی پوجا کی (خصوصاً بچھڑے کی پوجا کا سامریہ مرکز تھا) اسی طرح یروشلم میں غیر قوموں کی بت پرستی سے متاثر ہو کر بتوں کی پوجا کی گئی۔ بالخصوص عزیر اور ایک دوسری دیوی بیلٹس کو پوجا گیا۔ حضرت یسعیاہ نبی

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قہر جوش میں ہے آشوری بادشاہ قہرِ خدا کے عصا بردار بن کر آئیں گے اور یروشلم کو تہ و بالا کردیں گے۔ (یسعیاہ ۱۰/۵ تا ۱۱)

اس نئے ترجمہ نے بھی قرآنی بیان کی حیرت انگیز طور پر تائید کردی ہے۔ اب ہمیں تاریخی شواہد اور آثارِ قدیمہ کی مدد سے یہ پتہ چل گیا ہے کہ یہود و اسرائیل کے قلوب میں عجلِ عزیر کی محبت واقعی اس درجہ سرایت کرچکی تھی کہ جب بھی روحانی گرفت ذرا کمزور ہوتی انہوں نے دوسرے بتوں کے ساتھ عجلِ عزیر کو مظہرِ خدا سمجھ کر اس کی پوجا شروع کردی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے بت پرستی کے زمانہ میں مشرک قوموں کے بہت سے دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا کی ہے[۱] قرآن مجید نے صرف عزیر اور عجل عزیر کا ذکر کیوں کیا ہے باقی دیوتاؤں اور بتوں کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے صرف عزیر اور اس کے نام پر بنائے جانے والے بچھڑے کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری جگہ بعل کی پرستش کا بھی ذکر کیا ہے (صافات) اس میں کوئی شک نہیں کہ بنی اسرائیل نے مشرک قوموں کے بہت سے بتوں کی پوجا کی ہے۔ لیکن شام کے دیوتا بعل اور مصری دیوتا عزیر کی پرستش عالمگیر صورت اختیار کرگئی۔ اور اس شرک کو باقاعدہ شاہی سرپرستی حاصل ہوگئی۔ جس کے باعث قومی طور پر ان بتوں کی پرستش جاری و ساری ہوگئی۔ اسلئے قرآن مجید نے بعل اور عزیر کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے۔

عجل عزیر کی محبت بنی اسرائیل کے قلوب میں اس درجہ راسخ ہوچکی تھی کہ ایلیا نبی کی کوششوں سے برسرِاقتدار حکومت نے بعل کے پجاری قتل کردیئے اور اس کے مندر اور معبد مسمار کردیئے لیکن بچھڑوں کی پرستش بدستور جاری رہی۔ سلاطین دوئم میں لکھا ہے:-

"یاہو (بادشاہِ اسرائیل) نے بعل کو
اسرائیل کے درمیان سے نیست و نابود
کردیا.... لیکن اس نے سونے کے
بچھڑوں کے ماننے سے کنارہ کشی نہ کی۔"

(سلاطین ۲ ۱۰/۲۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عجلِ عزیر کی محبت بنی اسرائیل کے قلوب میں پورے طور پر حاوی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے یہ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے کفر کا نتیجہ تھا کہ بچھڑے کی محبت ان کے قلوب کو پلادی گئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی زیرِبحث آیت میں قرآن مجید عقیدۂ ابنیت کی تاریخ بیان کررہا ہے۔ قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ "ابن اللہ" کا عقیدہ مشرک قوموں میں زمانۂ قدیم سے پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے دیوتاؤں کو خدا تعالیٰ کا نائب، مظہر، اوتار یا بیٹا قرار دیتے آئے ہیں۔ انہی کے اثر کی وجہ سے یہودیوں نے عزیر کو ابن اللہ مان لیا اور عیسائیوں نے مسیح کو ابن اللہ تسلیم کرلیا۔ مصر کے آثارِ قدیمہ ہمیں بتاتے ہیں کہ دنیا میں غالباً سب سے پہلے عزیر کو ابن اللہ مانا گیا۔ کم و بیش چار ہزار سال قبلِ مسیح عزیر کے متعلق یہ اعتقاد ملتا ہے کہ یہ دیوتا خداوند اعلیٰ آمن رع کی نسل سے اور خداوند ارض کا بیٹا تھا۔ وہ مرگیا اور زندہ ہوا اور آسمان پر تخت نشین ہے۔ مُردوں کا انصاف اس کے ہاتھ میں ہے۔ مصر سے ایک صحیفہ برآمد ہوا ہے جس میں عزیر کے حالات درج ہیں۔ اس کی قدامت کا اندازہ تین ہزار سے چار ہزار قبل مسیح لگایا گیا ہے[۱]

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قاضیوں ۲/۱۱ تا ۱۴، ۱۰/۶ تا ۱۶

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو عزیر کے حالات مندرجہ Oxford Junior Encyclopeadia Vol. I "MANKIND"

ہیروڈوٹس آج سے اڑھائی ہزار سال پہلے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ مصریوں کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے مصریوں نے بارہ دیوتا اور خدا تجویز کئے۔ اور ان کے مذبحے اور معبد مخصوص کئے۔ مصر کا دعویٰ ہے کہ مصریوں سے یونانیوں نے یہ بارہ دیوتے اخذ کئے۔ اور یوں یونانی دیومالا کا آغاز ہوا[1] یونانیوں نے دیوتاؤں کے صرف نام بدل دیئے ویسے بہت سی باتوں میں مصری اور یونانی دیومالا میں مماثلت اور مشابہت بدستور موجود ہے۔ یونانی اور مصری دیومالا میں دیوتاؤں کے لئے تثلیث، ابنیت، مرکر زندہ ہونے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے عقائد بڑی حد تک مشترک ہیں۔ یونانی اور رومی اصنامیات سے عیسائیت متاثر ہوئی۔ یسوع مسیح کو یونانی اور رومی دیوتاؤں کی طرح خدا کا بیٹا مان کر تثلیث مقدس کا اقنوم سمجھ لیا گیا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ "مسیحیت" میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ عقیدہ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی[2] ہے۔ اسی طرح یہ ثابت ہے کہ یسوع مسیح کی موت، دوبارہ زندگی، آسمان پر اٹھائے جانے کے عقائد یونانی فلسفہ کی وجہ سے عیسائیت میں مروج ہوئے۔ اس تاریخی پس منظر سے ہمیں اشارہ ملتا ہے کہ قرآن مجید نے عُزَیر کا ذکر خصوصیت سے کیوں کیا ہے۔ عُزَیر کے متعلق مصری یہ تسلیم کرتے تھے۔ کہ وہ خدا ہے اور خدا کا بیٹا۔ اور تثلیث مقدس (عُزیر، ایزیس، ہورس) کا بڑا رکن۔ وہ مارا گیا، اپنی خدائی طاقتوں سے مرکر دوبارہ زندہ ہوگیا، آسمان پر بیٹھا ہے اور مُردوں کا انصاف اُسی کے ہاتھ میں ہے[3]۔ یہ باتیں یونانیوں اور اُن کے ذریعہ رومیوں نے اپنے دیوتاؤں کی طرف منسوب کردیں۔ وہاں سے عیسائیت میں آکر مسیح ابن مریم پر چسپاں کردی گئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک عظیم الشان تاریخی انکشاف ہے جس کی طرف قرآن مجید نے چند لفظوں میں اشارہ فرمایا ہے۔ عزیر چونکہ مشرک قوموں کی دیومالا کا صرف آغاز ہے اسلئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا۔

اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مان لیا کہ بنی اسرائیل نے عجلِ عزیر کی پوجا کو اپنی سادی قومی زندگی میں کسی نہ کسی صورت میں زندہ رکھا لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ عُزَیر کو ابن اللہ مانتے تھے؟

جواباً گذارش ہے کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل عجلِ عُزَیر کو مظہرِ خدا سمجھ کر پوجتے تھے (دیکھیں تفسیر بائیبل صـ۲۷، ۱۹۲) مظہرِ خدا، اوتار، دیوتاؤں

---

[1] Herodotus "The Histories" Penguin Classics Book two P. 103

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ Christianity

[3] مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں قابلِ ملاحظہ ہیں:-

1- Oxford Helps to the study of the Bible. Bible Illustrations P. 16, 17

2- Vergiluis Ferm, An Encyclopedia of Religion "Osiris" P. 553

3. Frazer, Golden Bough P. 362

4. James Henry Breasted, A History of Egypt

5. تاریخ مِلَل قدیمہ (انجمن ترقی اُردو) صـ۱۵ تا صـ۶۹ -

اور فرشتوں کے لئے اس زمانہ میں "ابن اللہ" کی اصطلاح مخصوص تھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:۔

پیدائش ۶ : ۲، ۴ ، زبور ۸۲ : ۶ ، ۸۹ : ۸ ۔ دانی ایل ۳ : ۲۶-۲۸
ایوب ۱ : ۶ ، ۳۸ : ۷ ۔

ان حوالہ جات میں آسمانی مخلوق ملائکۃ اللہ، دیوتاؤں اور اُن وجودوں کو جو کہ مظہر خدا ہیں ابن اللہ کہا گیا ہے بنی اسرائیل اگر عزیر کو آسمانی دیوتا اور مظہر خدا مانیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اسے اپنی اصطلاح خاص میں ابن اللہ ہی قرار دیں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مصری میتھالوجی میں "آمن رغ"[1] کو سب خداؤں سے بزرگ تر مانا گیا ہے۔ کاہن آمن کو کامل اور ابدی سمجھتے تھے اور اس کو قادر مطلق اور کل اشیاء کا خالق مانتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ تمام باپوں کا باپ اور تمام ماؤں کی ماں ہے۔ نیز کہتے تھے کہ تمام خداؤں کو آمن نے پیدا کیا۔ یا وہ آمن ہی ہے جو مختلف ناموں سے مشہور ہے۔ مصری دعاؤں میں آمن کو یوں مخاطب کیا جاتا۔

> "آسودہ ہوئے تمام خداوندوں کے
> باپوں کے باپ۔ اے موجودات کے
> پیدا کرنے والے۔ اے سب چیزوں کے
> بنانے والے۔ اے معزز بادشاہ اے
> معبودوں کے سردار"[2]

گویا مصری یہ مانتے تھے کہ ہمارے سب دیوتا قادر مطلق

[1] آمن رغ کو دعاؤں میں یوں مخاطب کیا جاتا۔ اے آسمانوں کے خدائے اکبر، زمین کے قدیم ترین معبود، تمام مخلوقات کے آقا، تمام خداؤں کے سردار، خدائے صداقت، خداؤں کے باپ، انسانوں اور جانوروں کے پیدا کنندہ، خالق مخلوقات (The Legacy of Egypt P. 244)

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ ملل قدیمہ صفحہ ۵۹-۶۰

آمن رغ کے بیٹے ہیں۔ عزیر کے متعلق تو خاص طور پر یہ سمجھتے تھے کہ وہ آمن رغ یعنی سورج دیوتا کی نسل سے ہے اور خدائے ارض کا بیٹا۔[1] عجل عزیر کے متعلق مانتے تھے کہ سورج دیوتا اس میں حلول کر آتا ہے۔[2] عزیر چونکہ مصر کا پہلا بادشاہ سمجھا جاتا ہے اسلئے وہ بھی خدا کا بیٹا کہلایا کیونکہ مصری ہر فرعون کو سورج کا لڑکا سمجھتے تھے اور سورج کو اپنا خداوند تصور کرتے تھے۔ بلکہ خود فرعون کو بھی خداوندوں میں گنتے تھے۔[3]

بنی اسرائیل نے چونکہ عجل عزیر کی پرستش مصری اثرات کے تحت قبول کی اسلئے اغلب امر یہی ہے کہ بنی اسرائیل نے عزیر کو نہ صرف مصری میتھالوجی کی رو سے بلکہ خود اپنی الہیات کی مخصوص اصطلاح کی رو سے "ابن اللہ" قرار دے رکھا تھا۔

پھر مصر کے آثار قدیمہ پر تحقیقی تحریرات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے ہاں عجل عزیر کو "فتاح" (خالق حقیقی) کا ظہور اور اس کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ یعنی بیک وقت وہ عزیر کی روح کا مظہر بھی تھا اور فتاح کا بیٹا بھی۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ Apis)

مضمون کا خلاصہ

گذشتہ حصہ مضمون کا خلاصہ چند لفظوں میں درج ذیل ہے۔

موجودہ نوع انسانی میں سب سے پہلا خدا کا بیٹا مصری میتھالوجی میں عزیر کے نام سے تجویز ہوا۔ دوسری مشرک قوموں نے مصری تہذیب کے ورثہ میں اُن کی دیومالا کے اثرات بھی قبول کئے۔

[1] جونیئر آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ "مصر" [2] ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ Apis ۔ [3] تاریخ ملل قدیمہ صفحہ ۵۸ مصری بادشاہوں کے اسماء کے آگے مصر کی تصویری زبان میں سورج اور ایک پرندے کی تصویر بنائی جاتی جسکو "سی۔ ری" پڑھا جاتا جس کے معنی ہیں "سورج دیوتا رغ کا بیٹا"۔ ملاحظہ ہو کتاب

Helps to the Study of Bible
Plate No, 18

یونانی اور رومی اپنے دیوتاؤں کی طرف مرکز ندہ ہونے، آسمان پر جانے، اوتار ابنیت اور تثلیث کے عقائد جو منسوب کرتے ہیں یہ مصری اثر کا نتیجہ ہے۔ یونانیوں اور رومیوں کے فلسفہ الٰہیات سے عیسائیت متاثر ہوئی یہودی عیسائیت سے پہلے مصری اثرات قبول کر چکے تھے۔ عجل عزیر کی پرستش ان کے رگ و پے میں پورے طور پر سرایت کر چکی تھی۔ قرآن مجید کا یہ کمال ہے کہ اس نے چند لفظوں میں پوری تاریخ پیش کر دی۔ قرآنی بیان میں مندرجہ ذیل اشارات موجود ہیں:۔

۱۔ مشرک قوموں نے زمانہ قدیم سے خدا تعالیٰ کیلئے بیٹے تجویز کئے۔

۲۔ انہی مشرک قوموں کی نقل میں یہود نے عزیر کو ابن اللہ قرار دیا۔

۳۔ اور اس کے بعد عیسائیوں نے مسیح کو ابن اللہ سمجھ لیا۔

۴۔ یوں بد عقیدہ لوگوں نے قوموں کی قوموں کو اُلٹے رستے پر ڈال دیا اور جادہ مستقیم سے وہ بالکل منحرف ہو گئے۔ حالانکہ یہ محض ان کے زبانی دعوے تھے۔ دلائل و شواہد ناپید تھے۔

۵۔ اس قسم کے عقائد جب قوموں کی تہذیب کا جزو بن جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ بربادی و ہلاکت ہے۔ یہ نتیجہ اس قسم کے حالات میں شروع سے پیدا ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی ہوگا۔ لیجئے ایک پوری تاریخ چند لفظوں میں پیش کر دی۔ اسے کہتے ہیں دریا کوزہ میں بند کرنا۔

قرآنی بیان کی تصدیق بائیبل سے

قرآن مجید کے مذکورہ بیان کی تصدیق بائیبل سے بھی ہوتی ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے مشرک قوموں سے متاثر ہو کر ان کے دیوتاؤں عزیر اور بعل کی پوجا کی۔ بائیبل میں لکھا ہے بنی اسرائیل غیر معبودوں کی پرستش کی وجہ سے ایک ہلاک شدہ مغضوب قوم بن گئے اور وہ اپنے مرکز سے آشوری اور بابلی بادشاہوں کے ذریعہ جلا وطن کر دیئے گئے۔ یہ قومی ہلاکت کیوں وارد ہوئی اسکی وجوہات کے بیان میں سلاطین دوئم میں لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل نے خداوند اپنے خدا کے خلاف جس نے انکو ملک مصر سے نکال کر... فرعون کے ہاتھ سے رہائی دی تھی گناہ کیا اور غیر معبودوں کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی... خداوند سب نبیوں اور غیب بینوں کی معرفت اسرائیل اور یہوداہ کو آگاہ کرتا رہا کہ تم اپنی بُری راہوں سے باز آؤ... باوجود اسکے وہ شنوا نہ ہوئے... انہوں نے اپنے آس پاس کی قوموں کی تقلید کی جن کے بارہ میں خداوند نے انکو تاکید کی تھی کہ وہ ان جیسے کام نہ کریں! انہوں نے خداوند اپنے خدا کے سب احکام ترک کر کے اپنے لئے ڈھالی ہوئی مورتیں یعنی دو بچھڑے بنا لئے اور... بعل کی پرستش کی... پس خداوند نے اسرائیل کو اپنی نظر سے دور کر دیا... یہوداہ نے بھی... ان آئین کی پیروی کی جن کو اسرائیل نے بنایا تھا۔ تب خداوند نے اسرائیل کی ساری نسل کو رد کیا۔"

(۱۷ باب)

زبور میں بچھڑے کی پرستش اور بعل کی پوجا کے ذکر کے بعد لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل نے ان مشرک قوموں کو ہلاک نہ کیا۔ جیسا خداوند نے ان کو حکم دیا تھا۔ بلکہ ان قوموں کے ساتھ مل گئے۔ اور ان کے کام سیکھ گئے اور ان کے بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ جو ان کے لئے پھندا بن گئے۔"

(زبور $\frac{106}{34}$)

حضرت چوہدری احمد الدین صاحب وکیل رضی اللہ عنہ کے

مختصر حالاتِ زندگی

(از جناب ملک عبد الرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات)

16

[حضرت چودھری احمد الدین صاحبؓ وکیل گجرات رسالہ الفرقان کے خاص نامہ نگار تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے شغف تھا۔ آپ کے اکثر مضامین قرآنی علوم پر ہی مشتمل ہوتے تھے۔ ابھی ایک دو مضمون ان کے ہمارے پاس موجود ہیں جو عنقریب شائع ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

ہمارے قارئین کی خواہش تھی کہ محترم چودھری صاحب کے حالات شائع کئے جائیں۔ برادرم مکرم جناب ملک عبد الرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات نے ذیل کے حالات لکھ کر بھیجے ہیں جو شکریہ سے شائع کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)]

حضرت چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر رضی اللہ عنہ جن کی وفات مورخہ ۲۴ ؍ ۵ ؍ ۵۵ کو بعمر اسی سال گجرات میں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور جماعت گجرات کے معماروں میں سے تھے۔ یہ درست ہے کہ ان کی بیعت سے پہلے بھی گجرات میں جماعت قائم ہو چکی تھی۔ اور مولوی امیر الدین صاحب۔ حضرت والد صاحب (ملک برکت علی) مرزا امیر الدین صاحب۔ شیخ الٰہی بخش ورحیم بخش صاحبان۔ ماسٹر ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ عنہم اور مولوی محمد رمضان صاحبؓ ورق ساز اور بعض دیگر اصحاب چوہدری صاحب رضی اللہ عنہ سے پہلے بیعت کر چکے تھے۔ مگر حضرت والد صاحب اور ماسٹر ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ عنہما بسلسلہ ملازمت گجرات سے باہر تھے۔ گجرات میں جماعت کی تنظیم میں چوہدری احمد الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ تھا۔

چوہدری صاحب جماعت گجرات کے پہلے امیر تھے اور قریباً بیس سال تک اس عہدہ پر قائم رہے۔

چوہدری صاحب ابتدا ہی سے لاغر بدن، دُبلے پتلے آدمی تھے۔ اگرچہ صحت اچھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود خدا کے فضل سے اسی سال کی طبعی عمر پا کر فوت ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

خود نوشت حالاتِ زندگی

اگرچہ میری تاریخ پیدائش نہیں لکھی گئی لیکن قرائن اور بعض حالات متعلقہ سے پتہ چلتا ہے کہ میں ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۹۳۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۸ء اپنے گاؤں شادیوال خورد تحصیل وضلع گجرات میں پیدا ہوا۔ میری والدہ بیان کرتی تھیں کہ جب میں پیدا ہوا تو بہت سی روئی جو میری بہن نے کپاس بیل کر تیار کی تھی جل گئی میری عمر دو تین سال کی ہوگی کہ بے خبری میں آگ کی بھوبل پر چلنے سے میرے دونوں پاؤں کے تلوے جل گئے جس کی وجہ سے عرصہ تک میں سخت تکلیف میں مبتلا رہا اور میری والدہ نے بھی سخت تکلیف برداشت کی۔ اب تک میرے پاؤں پر جلنے کے

داغ موجود ہیں میری عمر پانچ چھ سال کی ہو گی جبکہ مَیں مولوی سید احمد صاحب کی درسگاہ میں جو مسجد میں تھی داخل ہوا۔ ایک دو سال تک مَیں اُن سے قرآن پڑھتا رہا۔ مَیں نے ایک دو سیپارے ہی پڑھے تھے کہ وہ ۱۳۰۲ھ میں فوت ہو گئے۔ بعد ازاں میں نے ان کے پسر مولوی نجم الدین صاحب سے باقی قرآن اور فارسی زبان کی مروجہ درسی کتب اور صرف کی کتابیں پڑھیں۔ ایک طالب علم سے جو اسی درگاہ میں پڑھتا تھا اور حساب دان تھا مَیں نے حساب سیکھنا شروع کیا۔ پھر مَیں سرکاری مدرسہ میں داخل ہو گیا۔ پانچویں جماعت کا امتحان دیکر منشی عالم کلاس اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہو گیا اور ۱۸۹۶ء میں مَیں نے منشی عالم کا ۱۸۹۷ء میں مڈل کا اور ۱۸۹۸ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر مَیں گھر چلا گیا۔ عرصہ طالب علمی میں مَیں نے بہت سی بیماریوں اور مالی مشکلات کی تکالیف برداشت کیں۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۵ء تک مَیں نے محکمہ تعلیم میں ملازمت کی اور ایک سال تک ڈسٹرکٹ بورڈ کوہاٹ میں ملازم رہا۔ پھر مَیں لاء کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۰۶ء میں مَیں نے ایف۔ ای۔ ایل کا امتحان دیا مگر ناکام رہا۔ پھر مَیں گورنمنٹ ہائی سکول ملتان میں اورنٹیل ٹیچر مقرر ہو گیا۔ ۱۹۰۹ء میں مَیں نے پھر ایف۔ ای۔ ایل کا امتحان پرائیویٹ طور پر دیا اور پاس ہو گیا۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۷ء تک مَیں بطور مختار عدالت کے گجرات میں پریکٹس کرتا رہا اور ۱۹۱۸ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور بطور پلیڈر کے ۱۹۵۰ء تک پریکٹس کرتا رہا۔ اب بوجہ کمزوری و ضعف جسمانی کے جو موٹر اور پھر تانگہ سے بوجہ تصادم عارض ہوا ریٹائر ہو گیا ہوں۔ آٹھ سال تک عرصہ ملازمت میں مَیں نے انگریزی زبان کا مطالعہ جاری رکھا جس کی وجہ سے مَیں نے انگریزی قانونی کتب کو ہی ذریعہ پریکٹس بنایا۔ ۱۹۳۸ء میں میرے پسر چوہدری بشیر احمد صاحب نے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور اب وہ بطور ایڈووکیٹ گجرات میں پریکٹس کر رہا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور تب سے میں احمدی جماعت کا ممبر ہوں۔ مَیں نے حضور کی مدح میں مسجد مبارک قادیان میں قصیدہ پڑھا جو اسی نوٹ بک میں درج ہے۔

دستخط (احمد الدین پلیڈر گجرات بقلم خود مؤرخہ ۱۰-۳-۵۴)

چوہدری صاحب مرحوم و مغفور ضلع گجرات کے چوٹی کے دیوانی وکلاء میں سے تھے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ دیوانی وکالت پر ہر طرف ہندو وکلاء چھائے ہوئے تھے عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ شاید دیوانی وکالت مسلمانوں کے بس کا روگ نہیں ہے چوہدری صاحب مرحوم نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی قابلیت کے نتیجہ میں محنتِ شاقہ کے باعث دیوانی وکالت میں نام پیدا کیا اور جب تک یہ کام کرتے رہے مخالف و موافق حلقوں میں عظمت کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔

آپ ایک بلند پایہ قانون دان ہونے کے علاوہ دینی علوم میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے عالم تھے۔ آپ نے ۱۸۹۸ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا۔ فارسی کے قدیم و جدید لٹریچر پر کامل عبور حاصل تھا۔ ایران سے ایک فارسی روزنامہ کے خریدار تھے اور اسے اسلئے بالالتزام زیر مطالعہ رکھتے تھے کہ جدید فارسی علم کلام سے پوری طرح بہرہ ور ہو سکیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرۂ آفاق تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا (جو تاحال شائع نہیں ہوا)۔

چوہدری صاحب ایک متقی انسان تھے۔ آپ قرآن مجید کے عاشق تھے اور قرآن مجید پر تدبر کرتے اور اس سے نئے نئے نکاتِ معرفت نکالنے میں ہمیشہ مشغول رہتے۔ قرآن مجید کی درس و تدریس میں قلبی راحت و مسرت محسوس کرتے تھے۔ اور

جبتک ان کی صحت نے اجازت دی یہاں تک کہ اپنی وفات کے تھوڑا عرصہ پہلے تک مسجد احمدیہ گجرات میں قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔

چوہدری صاحب نہایت سنجیدہ مزاج اور متین طبع تھے آپ کی طبیعت پر حلم اور بردباری کا غلبہ تھا۔ زندگی کے تمام شعبوں، دینی اور روحانی امور کے بارے میں نہایت پختہ رائے کے مالک تھے اور اپنی رائے کا اظہار بے لاگ اور بے رُو و رعایت کرنے میں ہرگز کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔ وکالت کے پیشہ میں دیانتداری آپ کا محکم اصول تھا۔ اہلِ مقدمات کو ہمیشہ صحیح رائے دیتے تھے جس فریق کا مقدمہ کمزور ہوتا اُسے نہ صرف صاف لفظوں میں اپنی رائے سے مطلع کرتے بلکہ ایسا مقدمہ لینے سے انکار کر دیتے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ کسی فریق نے آپ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے مقدمہ آپ کے سپرد کیا مگر نتیجہ خلافِ توقع نکلا تو چوہدری صاحب نے وصول کردہ فیس واپس کر دی۔ چوہدری صاحب کے اعلیٰ اور قابلِ تقلید نمونہ کے باعث ہر کس و ناکس مخالف و موافق آپ کا ثنا خواں اور آپ کو انتہائی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ آپ ایک بے ضرر انسان تھے اور تنازعات سے حتی الامکان کنارہ کش رہتے تھے۔ آپ سادہ طبع، سادہ وضع اور سادہ کردار تھے۔ احکام شریعت کے کامل پابند اور تقویٰ و طہارت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ایک کامیاب وکیل ہونے اور جماعتی ذمہ داریوں کے باوجود عزلت نشین تھے۔ صبح کی لمبی سیر جو عموماً تین چار میل کی ہوتی تھی آپ کی زندگی کا جزو بن چکی تھی جسے آپ بجز جسمانی معذوری کے کبھی ترک نہ کرتے تھے۔ آپ کی اصابت رائے مسلّم تھی۔ دینی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ انکا دن رات کا مشغلہ تھا اور اس لحاظ سے ان کا کتب خانہ بہت عمدہ عمدہ کتابوں پر مشتمل تھا۔

۱۹۲۵ء تک (جبکہ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات سے ایف اے پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کلاس میں داخل ہوا) میرا ابتدائی زمانہ طالب علمی گجرات میں گذرا۔ ان ایام میں چوہدری صاحب جماعت گجرات کے امیر تھے۔ چوہدری صاحب موصوف خاکسار کی تبلیغی سرگرمیوں اور دینی علوم میں شغف کی بے حد حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۶ء میں جبکہ میری عمر صرف ۱۶ سال کی تھی اور میٹرک میں تعلیم پاتا تھا ایک مناظرہ میں (جس میں دوسری طرف ایک سیالکوٹی غیر احمدی مولوی صاحب مناظر تھے) خاکسار کو جماعت احمدیہ کی نمائندگی کے لئے منتخب کیا۔ اور مناظرہ کی کامیابی پر اس قدر خوش تھے کہ ایک عرصہ تک تعریف فرماتے رہے۔ جب میں نے تکمیلِ تعلیم کے بعد واپس گجرات آکر وکالت کا کام شروع کیا تھا تو چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں، مجھے بیحد خوشی ہے کہ تم آگئے ہو اسلئے میں چاہتا ہوں کہ جماعت گجرات کی امارت کی ذمہ داری تم سنبھال لو۔

چوہدری صاحب سے آخری ملاقات

ان کی وفات سے چند دن پہلے جب میں مع برادر محترم حضرت راجہ علی محمد صاحب اور سید فخر الاسلام صاحب چوہدری صاحب کی خدمت میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تو چوہدری صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے باچشم پُرنم دیر تک دُعائیں دیتے رہے اور فرمایا کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر تمہیں جس تعریف سے نوازا ہے تم خدا کے فضل سے فی الواقع اس تعریف اور خطاب کے اہل ہو۔ خاکسار کے مضمون بجواب چیمہ صاحب کا دیر تک ذکر فرماتے رہے اور دُعائیں دیتے رہے۔ سید فخر الاسلام

چوہدری صاحب کے جوانی کے زمانہ کے دوست تھے اور دراصل انہی کے ذریعہ چوہدری صاحب کو قبولِ احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی تھی ان سے بے حد تپاک اور محبت سے ملے اور دیر تک جوانی کے زمانہ کی باتیں ان سے کرتے رہے۔

یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی اور مجھے قطعاً امید نہ تھی کہ وہ اس قدر جلد ہم سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی مولا کے پاس چلے جائیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت چوہدری صاحب بلاشبہ احمدیت کے بڑے آدمیوں میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عشق میں گداز اور شمعِ احمدیت کے پروانے تھے۔ اگرچہ ۱۹۵۱ء سے لے کر وفات تک عدالت کے کام سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور علالت کے باعث اکثر وقت گھر کے اندر ہی رہتے۔ لیکن اِس چھ سالہ علالت کے دَور کو بھی انہوں نے علمی کاوشوں اور سلسلہ کی قلمی خدمتوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اِس عرصہ میں متعدد بلند پایہ علمی مضامین ان کے قلم سے نکلے جو "الفرقان" میں شائع ہوتے رہے ہیں اور ایک مضمون ان کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے۔

چوہدری صاحب موصوف اللہ تعالیٰ کے فضل سے صاحبِ کشوف و الہامات تھے۔ ۱۹۵۱ء میں جب موٹر کے حادثہ میں ان کی ٹانگ کی بڑی ہڈی شکستہ ہو گئی تو عام طور پر ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ اس ہڈی کا جُڑنا اور چوہدری صاحب کا جانبر ہونا مشکل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل تندرست ہو گئے اور بآسانی چلنے پھرنے لگے۔ اور اگرچہ وکالت کا کام شروع نہیں کیا مگر عام روزمرہ کے کام کاج کرتے اور روزانہ سیر کرنے باہر جاتے حتیّٰ کہ مسجد میں بھی جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں تشریف لاتے۔ اور کئی مرتبہ خاکسار کی خواہش پر خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے۔

ایک کشفی نظارہ

ابتدائی علالت کے ایّام میں ایک شب ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سردی کا موسم تھا۔ رات کو چوہدری صاحب سوئے ہوئے تھے۔ آپ کے قریب ہی اسی کمرہ میں میاں محمد ابراہیم صاحب احمدی (جو چوہدری صاحب مرحوم کے صاحبزادہ برادرم چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے منشی ہیں اور چوہدری صاحب کی خدمت پر مامور تھے) دوسری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ خود چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ساتھ والے کمرے میں اپنے مقدمات کی تیاری میں مشغول تھے۔ کہ چوہدری احمد الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے چوہدری بشیر احمد کو آواز دے کر بلایا اور پوچھا کہ ابھی ابھی میرے کمرے میں کون بزرگ تشریف لائے تھے؟ چوہدری بشیر احمد صاحب نے جواب دیا۔ کہ کمرے کے تمام بیرونی دروازے اندر سے بند ہیں۔ یہاں کوئی شخص باہر سے نہ اندر آ سکتا ہے اور نہ کوئی آیا ہے۔ اس پر منشی محمد ابراہیم صاحب مذکور نے بتایا کہ مَیں نے بھی ایک بزرگ چوہدری صاحب مرحوم کے سرہانے کھڑے دیکھے ہیں۔ چوہدری صاحب مرحوم نے بتایا کہ ایک بلند قامت بزرگ نہایت براق سفید لباس میں ملبوس ان کے کمرے کے بیرونی دروازے سے داخل ہوئے اور ان کی چارپائی کے چاروں طرف گھوم کر اُن کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ مَیں آپ کی تیمارداری کرنے آیا ہوں۔ یہ عجیب و غریب

کشف جس میں منشی محمد ابراہیم صاحب بھی شامل کئے گئے چوہدری صاحب مرحوم کی صحتیابی پر دلالت کرتا تھا۔

اسی طرح آپ نے ایک اور رؤیا دیکھا جس میں آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ حضور چوہدری صاحب مرحوم کے وطنِ مالوف شادیوال ضلع گجرات میں تشریف لائے ہیں۔ اور بڑے تپاک اور محبت سے چوہدری صاحب کے ساتھ معانقہ فرمایا ہے۔

اس رؤیا کی بھی چوہدری صاحب نے یہی تعبیر کی کہ آپ اس علالت سے صحتیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے آپ خدا کے فضل سے صحتیاب ہو کر دو تین سال تک روزمرہ کے کام کاج کرتے رہے۔

چوہدری صاحب مرحوم کے صاحبزادے چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں کہ چوہدری احمدالدین صاحب مرحوم قبولِ احمدیت سے قبل حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ اور زمانہ طالب علمی میں اُن کے مزار پر اکثر جایا کرتے تھے۔ اُنہی ایام میں ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی قبر کھلی ہوئی ہے۔ اور اس میں سے ایک نہایت پُرنور اور بابرکت ہستی نمودار ہوئی جو سر تا پا پھولوں سے لدی ہوئی ہے۔ اور خواب ہی میں بتایا گیا کہ یہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کے نتیجہ میں قادیان حاضر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر ۱۹۰۶ء میں بیعت کر لی۔

بیعت کرنے پر اپنے گاؤں شادیوال تشریف لائے اور اپنے استاد مولوی نجم الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے اپنی بیعت کا ذکر کیا۔ چند دن کے بعد حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی رضی اللہ عنہ بھی شادیوال تشریف لائے۔ اگرچہ حضرت مولوی نجم الدین صاحب اس سے قبل احمدیت قبول کر چکے تھے۔ مگر اس وقت تک اظہار نہیں فرمایا تھا۔ چوہدری صاحب مرحوم اور حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کے کہنے پر حضرت مولوی نجم الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے قبولِ احمدیت کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں قریباً نصف گاؤں احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔

حضرت چوہدری احمدالدین صاحب کی وفات بالخصوص جماعت احمدیہ گجرات کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ حضرت ملک برکت علی صاحب، حضرت مولوی امیرالدین صاحب، حضرت مرزا امیرالدین صاحب ٹھیکیداران، حضرت شیخ الٰہی بخش و رحیم بخش صاحبان، حضرت ماسٹر ہدایت اللہ صاحب، حضرت بابا امام الدین صاحب، حضرت میاں محمدالدین صاحب ورق ساز، حضرت میاں رحیم بخش صاحب مالاکنڈی، حضرت مرزا وزیر بخش صاحب، حضرت ڈاکٹر عمرالدین صاحب، حضرت ڈاکٹر علم الدین صاحب، حضرت میاں عبدالمجید صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب اور جماعت گجرات کے روحِ رواں تھے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن سرانجام دیتے ہوئے پہلے بعد دیگرے منھم من قضیٰ نحبہٗ کے مصداق بن چکے تھے اور اب حضرت چوہدری احمدالدین صاحب بھی ان سے جا ملے ہیں۔

اب ان کی اولادوں، ان کے متعلقین اور ان کے شاگردوں کا فرض ہے کہ احمدیت کے جھنڈے کو اسی مضبوطی سے سربلند رکھیں جس طرح ان عظیم الشان

ہستیوں نے تادم واپسیں اسے سربلند رکھا۔
اللہ تعالیٰ ان مبارک وجودوں کے درجات بلند کرے۔ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور پیچھے رہ جانے والوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور "منھم من ینتظر" کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

خود نوشت حالات زندگی میں جس قصیدہ کا چوہدری صاحب مرحوم و مغفور نے ذکر فرمایا کہ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں ۱۹۰۷ء میں پڑھ کر سنایا اور حضور علیہ السلام نے اسے سنکر "جزاک اللہ" فرمایا۔ وہ الحکم ۱۹۰۷ء میں شائع شدہ موجود ہے۔

۱۹۵۰ء کے حادثۂ کار سے چوہدری صاحب جانبر ہو گئے تھے۔ لیکن ۱۰ر جنوری ۵۸ء کی رات کے حصہ میں اُٹھے تو لڑکھڑا کر کمرے میں گر پڑے جس سے بائیں ٹانگ کی ہڈی شکستہ ہو گئی۔ یہ حادثہ مہلک ثابت ہوا جس کے نتیجہ میں کئی عوارض پیدا ہو گئے۔ اور کمزوری روز بروز بڑھتی گئی۔ بالآخر ۲۴-۵-۵۸ء بروز جمعۃ المبارک ۲½ بجے بعد نماز جمعہ وفات پا گئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

لمحۂ فکریہ

فلسطین میں یہودیوں کی ترقیات

مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک جھلک

رسالہ "طلوع اسلام" کراچی نے "ایک مغضوب علیہ قوم کے کارنامے" کے زیر عنوان عراقی سفارت خانہ لندن کے اس پمفلٹ کے اقتباس درج کئے ہیں جو بی بی سی لندن کے ایک نشریہ پر مشتمل ہیں۔ ان اقتباسات میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۵۶ء تک فلسطین میں یہود کی ترقیات کا تذکرہ ہے۔

ان اقتباسات کے بعد مدیر "طلوع اسلام" لکھتے ہیں:۔

"یہی قوم جس کی زبوں حالی اقوام عالم کیلئے وجۂ عبرت و موعظت تھی آج اس کی ترقی اور خوش حالی اس قدر نمایاں ہے کہ کم از کم مسلمان اس سے سبق حاصل کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کے اس تغیر احوال میں انگلستان اور امریکہ جیسی سلطنتوں کا ہاتھ ہے لیکن اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ خارجی امداد بھی اسی قوم کے لئے وجۂ تقویت اور باعث استحکام بن سکتی ہے جس نے خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کر لی ہو۔ آج خارجی امداد مسلمان ممالک کو بھی کم نہیں مل رہی لیکن اس سے ان کی بے عملی اور خوئے تریاکی اور زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اگر یہی لیل و نہار رہے تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ تمام جم غفیر بھیک منگوں کا ٹولہ بن کر رہ جائے گا۔"

اس کے بعد مدیر طلوع اسلام نے اسی نشریہ سے فلسطین کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے اقتباسات درج کئے ہیں اور پھر لکھا ہے:۔

"ہم نے ان اعداد و کوائف کو سینہ پر پتھر رکھ کر اس لئے شائع کیا ہے کہ ان سے شاید سینۂ امت میں ذرا سا جذبۂ غیرت بیدار ہو جائے یا چشم ملت سے چار آنسو ہی ٹپک پڑیں لیکن دوبارہ کہنے کی شائد ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کا یہ حشر یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے ان یہودیوں کے ہاتھوں جن کی فلسطینی آبادی کراچی شہر کی آبادی سے ..."

(طلوع اسلام [illegible] اگست ۵۹ء)

قرآن مجید اور بائیبل

عیسائی صاحبان کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

(مکرم گیانی واحد حسین صاحب)

(۲)

پیدائش عالم

پادری ولیم جی بلیکی صاحب لکھتے ہیں کہ پیدائش عالم کا بیان کسدیوں کی "پیدائش کی کتاب" میں مرقوم ہے (تواریخ بائیبل صـــــ۱۶) یہ کتاب حضرت موسیٰؑ سے پہلے موجود تھی اس سے یہ قصہ نقل کیا گیا۔ یاد رہے کہ حضرت سام جو حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے۔ اُن کا بیٹا ارفکسد کسدیوں کا بانی تھا۔ جو اپنے پوتے عبر کے وسیلے عبرانیوں کا مورث ٹھہرا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی نسل سے تھے (تواریخ بائیبل صـــــ۱۸) آدم کو خاک سے بنایا (پیدائش ۲/۷) یہ روایت اہل مصر کے درمیان مروج تھی۔ کہ وہ زمین کی خاک سے بنے ہیں اور دیگر قوموں میں بھی اسی قسم کی روایتیں رائج تھیں (تواریخ بائیبل صـــــ۱۹) سات دن کا ہفتہ یہ بھی قدیم زمانہ سے مروج تھا اور ہفتہ کے دنوں کے موجد بھی کسدیہ کے جہلا دلوگ تھے (تواریخ بائیبل صـــــ۲۱) سبت کا دن۔ کسدی ساتویں۔ چودھویں۔ اکیسویں اور اٹھائیسویں دن کو سبت یا آرام کا دن کہتے تھے۔ اُن دنوں بادشاہ کو اُبلا ہوا میوہ۔ گوشت۔ کھانے۔ کپڑے بدلنے۔ سفید پوشاک پہننے۔ اپنی رتھ پر سوار ہو کر باہر جانے۔ عدل وانصاف کے تخت پر بیٹھنے۔ دوائی وغیرہ کھانے کی ممانعت تھی (تواریخ بائیبل صـــــ۲۱) یہی طریق یا اس سے ملتا جلتا طریق بائیبل میں مرقوم ہے (دیکھو خروج ۲۰/۱۰۔ پیدائش ۲/۲-۳) کسدیوں کی روایات جو پیدائش کے بارے میں ہیں حوّا وں کے درخت اور مندروں محلّوں پر جو تصویریں پائی جاتی تھیں۔ وہاں کروبیم بھی اس متبرک علامت یعنی درخت کے دو جانب دکھائی دیتے ہیں (تواریخ بائیبل صـــــ۲۴) بائیبل میں ایسے درختوں کا ذکر موجود ہے جن کے گرد کروبیم کا پہرہ تھا (پیدائش ۳/۲۴) صاف ظاہر ہے کہ اس کا ماخذ کسدیوں کی روایت ہے۔ طوفان نوحؑ کسدیوں۔ یونانیوں اور آریہ ہندی روایات میں ہیچ ہے اور انہی کے مشابہ بائیبل میں بیان ہوا ہے (تواریخ بائیبل صـــــ۳۹ و صـــــ۲۱) بابل کے بُرج کی روایات کسدیوں میں مروج تھیں۔ مسٹر سمتھ نے اسوری تختی پر سارا قصہ لکھا ہوا پایا (تواریخ بائیبل صـــــ۵) یہ بات صاف ظاہر ہے کہ کسدیوں کی کہانیوں کا تیامت یعنی سمندر کا اژدہا پیدائش کی کتاب کے سانپ کی مانند آدم کے گر جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ (تواریخ بائیبل صـــــ۲۵)

ایرانی تصنیفات میں جن کی تصنیف کا زمانہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ایسا ذکر پایا جاتا ہے جو پیدائش کے بیان سے عجیب طرح کی مشابہت رکھتا ہے (تواریخ بائیبل صـــــ۲۷)

مسوپوتامیہ یا بابل کا قدیم نام عدن تھا۔ (صحت کتب مقدسہ صـــــ۵ مصنفہ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے) بائیبل کا باغ عدن جس کا ذکر پیدائش ۲/۸ میں ہے اسی عدن سے نقل کیا گیا ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ "مریم کے گیت (خروج ۱۵ باب) کی قدامت اس امر سے بھی

ظاہر ہے کہ اس میں الفاظ "میراث کا پہاڑ" آتے ہیں اور یہی الفاظ کنعان کے مشرکانہ اشعار میں پائے جاتے ہیں۔ جو سن ۱۴۰۰ قبل از مسیح سے پہلے کے ہیں (صحت کتب مقدسہ صفحہ ۹)

خدا نے پہلے پانی کو پیدا کیا (منوسمرتی ادھیائے ۱ شلوک ۸) ایسا ہی کتاب پیدائش ۱/۲ میں مرقوم ہے کہ خدا کی رُوح پانیوں پر جنبش کرتی تھی۔ پرمیشر نے ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے والے لوگوں کو پیدا کیا (منوادھیائے ۱ شلوک ۱) توریت بھی یہی کہتی ہے کہ خدا نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا (پیدائش ۲/۷) ویدوں کے رشی ابتداء میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے (ستیارتھ پرکاش)

آدمیوں کے برس کے برابر دیوتاؤں کا ایک دن رات ہوتا ہے (منوادھیائے ۱ شلوک ۶۷) دن ایک برس کا بھی ہوتا ہے (حزقیل ۴/۶) دیوتاؤں کے ہزار یگ کے برابر برہما جی کا ایک دن ہے (منوادھیائے ۱ شلوک ۷۲) ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا (زبور ۹۰/۴) صرف چند لفظوں کا فرق ہے نظریہ ایک ہی ہے۔

خون ناپاک ہے (منوادھیائے ۴ شلوک ۵۶) لہو کھانے سے منع کیا گیا ہے (استثناء ۱۲/۱۶،۲۳)

حائضہ عورت ناپاک ہے (منوادھیائے ۴ شلوک ۲۰۹) یہی حکم احبار ۱۵/۲ میں مرقوم ہے۔

کوڑھی ناپاک ہے (منوادھیائے ۳ شلوک ۱۵۹) احبار ۱۳/۳ میں بھی ایسا لکھا ہے۔

سؤر ناپاک ہے (منوادھیائے ۳ شلوک ۲۳)۔ احبار ۱۱/۷ سؤر ناپاک ہے۔

چونچ سے کھانے والے جانور۔ بٹ پھوڑ۔ ناخن سے نوچ کر کھانے والے، باز وغیرہ، بگلا وغیرہ (منوادھیائے ۵ شلوک ۱۲ اور ۱۳) عقاب۔ چیل۔ اُلو۔ باز۔ حواصل۔ بگلا وغیرہ حرام ہیں (احبار ۱۱/۱۳-۱۹) گِدھ حرام ہے۔ (منوادھیائے ۵ شلوک ۱۱) احبار ۱۱/۱۴ میں لکھا ہے گِدھ مکروہ ہے۔

اونٹ کھانا منع ہے (منوادھیائے ۵ شلوک ۱۸) احبار ۱۱/۴ میں بھی اونٹ کھانا منع لکھا ہے۔

ساکن متحرک جتنی چیزیں دُنیا میں ہیں وہ سب جان کی غذا ہیں (منوادھیائے ۵ شلوک ۳۰) یہی حکم توریت میں نقل ہوا ہے "سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں" (پیدائش ۹/۳) یہی حکم موسیٰ نے اپنی شریعت میں نقل کیا (استثناء ۱۲/۱۵) اسی بنا پر پولوس نے کہا ہے "پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں" (طیطس ۱/۱۵۔ اطمطاؤس ۴/۴)

مُردہ لاش کو چھونے والے تین دن میں پاک ہوتے ہیں (منوادھیائے ۵ شلوک ۶۴) اس کو توریت میں یوں لکھا ہے کہ لاش کو چھو کر سات دن ناپاک ہوگا (گنتی ۱۹/۱۱) صرف فرق تین اور سات دن کا ہے۔

عورت جوانی میں اپنے شوہر کے اختیار میں رہے خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے (منوادھیائے ۵ شلوک ۱۴۸) "مرد عورت پر حکومت کرے گا" (پیدائش ۳/۱۶ و ۱۔کرنتھیوں ۱۴/۳۴) عورت کو چاہیئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے (۱۔کرنتھیوں ۱۱/۱۰) عورت شوہر سے ڈرتی رہے (افسیوں ۵/۳۳)

مقدمہ کا فیصلہ قسم سے بھی کیا جائے (منوادھیائے ۸ شلوک ۱۰۹) تو اُن دونوں کے درمیان خداوند کی قسم سے فیصلہ کیا جائے (خروج ۲۲/۱۱)

جتنے جاندار ہیں سزا کے لائق ہیں (منوادھیائے ۷ شلوک ۲۳) "ہر ایک آدمی اور ہر ایک جاندار سے اس کا بدلہ لوں گا" (پیدائش ۹/۵)

بیاج لینے سے منع کیا گیا ہے (منوادھیائے ۸ شلوک ۱۰۲) خروج ۲۲/۲۵ میں لکھا ہے "سود مت لے"۔

شادی ہم قوم میں ہو (منوادھیائے ۸ شلوک ۱۷۲) "اور ہر ایک عورت جس کی میراث بنی اسرائیل کے ایک فرقہ میں ہے اپنے باپ ہی کے فرقہ میں سے ایک کے ساتھ بیاہ کرے" (گنتی ۳۶/۸)

جس جس عضو سے دوسرے کی چیز چُراوے اُس اُس عضو کو قطع کرنا چاہیئے (منوادھیائے ۸ شلوک ۳۳۴) "آنکھ کے بدلے آنکھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں، دانت کے بدلے دانت۔ آگ کے بدلے آگ" (استثناء ۱۹/۲۱۔ احبار ۲۴/۲۰ خروج ۲۱/۲۴)

ماں باپ۔ دوست۔ زوجہ۔ فرزند سب اپنے مذہب پر قائم نہ ہوں تو لائق سزا ہیں (منوادھیائے ۸ شلوک ۳۳۵) بنی اسرائیل کے مذہب پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے حکم ہوا کہ ہر مرد اپنے بھائی کو ہر ایک اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے۔ (خروج ۳۲/۲۷)

اور خواہش کرنے والی ہم قوم کنیا کو کچھ دے کر اُس سے جماع کرنے والا سزا کے لائق نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کنیا کا باپ راضی ہو تو کچھ معاوضہ دیکر شادی کرے۔ (منوادھیائے ۸ شلوک ۳۶۶) "اگر کوئی آدمی کنواری لڑکی کو پائے جو اُس سے ہم بستر ہو تو لڑکی کے باپ کو پچاس مثقال روپیا دے اور اس کی جورو ہو (استثناء ۲۲/۲۸-۲۹)

نیوگ مرے ہوئے بھائی کی عورت سے نیوگ کر کے لڑکا پیدا کرے اور بھائی کی ساری دولت اُس لڑکے کو دیوے (منوادھیائے ۹ شلوک ۱۴۵) "یہوواہ نے اپنے بیٹے اونان کو کہا۔ اپنے بھائی کی جورو کے پاس جا اور اپنی بھاوج کا حق ادا کر۔ اپنے بھائی کے لئے نسل چلا۔ لیکن اونان جانتا کہ یہ نسل میری نہ کہلائے گی وہ نطفہ زمین پر ضائع کرتا۔ (پیدائش ۳۸/۴)

یہی قانون موسیٰ نے اپنی کتاب میں درج کر لیا "اگر بھائی بے اولاد مر جائے وہ شوہر کے بھائی سے خلوت کرے اور وہ بھاوج کا حق ادا کرے۔ یوں ہوگا کہ اس کا پلوٹھا اس کے بھائی مرحوم کے نام پر قائم ہوگا تا کہ اس کا نام اسرائیل سے مٹ نہ جائے" (استثناء ۲۵/۱۰-۵) اسی کے مطابق بی بی روت موآبی نے بوعز سے عوبید پیدا کیا۔ اس سے یسی۔ اس سے داؤد پیدا ہوا۔ (روت ۴/۲۱-۲۲)

اس پر پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے لکھتے ہیں کہ

"راس شمرا کی الواح سے ثابت ہو گیا ہے کہ موسوی شریعت کی قربانی کی رسوم اور عبادت کے لئے خیمہ گاہ ہوتا تھا۔ استثناء کی کتاب میں صلہ رحم کی شادی کا ذکر ہے (۲۵/۱۰-۵، روت ۳ و ۴ باب) اس قسم کی شادیاں نوزی میں اور اسوریوں کے قانون اور حتیوں کے قانون کے مطابق جائز تھیں"

(صحت کتب مقدسہ ص ۷۷)

نیز منو دھرم شاستر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

"کنیا دکھلا کر دوسری کنیا دیوے تو بیاہ کرنے والا ایک ہی شلک (معاوضہ) دونوں کنیا کا بیاہ کرے (منوادھیائے ۸ شلوک ۲۰۴) اس کے مطابق حضرت یعقوبؑ کے ساتھ معاملہ ہوا۔ راخل کے لئے سات برس خدمت معاوضہ ٹھہری لیکن لابن نے اس کی بجائے ۔۔۔۔ لیاہ کو دیدیا۔ یعقوب کو علم ہونے پر دوسری لڑکی راخل ایک ہفتہ خدمت معاوضہ پر اس سے بیاہ دی۔ (پیدائش ۲۹/۱۶، ۱۸، ۲۳، ۲۷) یہ شادی منوجی کے قانون کے مطابق سرانجام پائی۔

منوادھیائے ۹ شلوک ۷۱ و ۸۷ و ۸۲ میں عورت کو ترک کرنے یعنی طلاق دینے کی اجازت ہے۔ یہی حکم موسیٰؑ کی کتاب استثناء ۲۴/۱-۳ میں ہے کہ "ناپسند عورت کو مرد طلاق دیوے"

منوادھیائے ۱ شلوک ۵۰ امیں انسانی قربانی جائز ہے۔ بائیبل میں انسانی قربانیوں کو جائز قرار دیا ہے۔ (احبار ۲۷/۲۹، پیدائش ۲۲/۲، قاضیوں ۱۱/۳۰-۳۲، ۲۔سموائیل ۲۱/۸)

سوختنی قربانیوں کا بیان ویدوں سے بائیبل میں لیا گیا ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ ص ۶۵۲) پادری ٹی۔ واکر صاحب ایم۔اے لکھتے ہیں کہ مشتری اور عطارد کے لئے بیلوں کی قربانی کا اکثر مصنفوں نے ذکر کیا ہے:-

"گومیدھ یا گائے کی قربانی ایک وقت ہندوستان میں مروج تھی (تائتریا برہمنا) گو اب یہ رواج

بالکل جاتا رہا تو بھی بعض مثالیں ہیں جن میں بھینسے ہر سال قربانی کئے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ خیال کیسا عالمگیر تھا جسے انجیل نے کامل طور سے پورا کیا کہ خون بہائے بغیر گناہ کی معافی نہیں۔"
(تفسیر کتاب اعمال صـ ۴۳۶)

اس سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں میں کفارہ کا نظریہ مشرکوں سے لیا گیا ہے اور سوختنی قربانیاں جن میں گائے بیل، بکرے قتل کئے جاتے تھے۔ وہ سابقہ مشرکین کے عقائد سے اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ زبور ۵۰/۱۳ میں لکھا ہے "کیا میں سانڈوں کا گوشت کھاؤں گا یا بکروں کا خون پیوں گا۔" اس پر پادری جے۔ علی بخش صاحب لکھتے ہیں کہ بُت پرستوں میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ دیوتاؤں کو ایسی خوراک کی ضرورت ہے اور بنی اسرائیل میں بھی یہ الفاظ "خدا کی روٹی یا خوراک" کا خیال انہی خیالات کا بقیہ معلوم ہوتا ہے۔ (احبار ۳/۱۱ و ۲۱/۶، ۸، ۱۷، ۲۱، ۲۱)"
(تفسیر زبور صـ ۲۱۹)

عزازیل کی قربانی

پولوس لکھتا ہے کہ غیر قومیں شیاطین کے لئے قربانی کرتی ہیں۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۰/۲۰) غیر قوموں کی تقلید میں بنی اسرائیل شیاطین کے لئے قربانیاں کرتے تھے (احبار ۱۷/۷۔ استثناء ۳۲/۱۷۔ ۲۔ تواریخ ۱۱/۱۵۔ زبور ۱۰۶/۳۷) لیکن بائیبل کے خدا نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان کی قربانی دی جائے چنانچہ خدا تعالیٰ موسیٰ کو ارشاد فرماتا ہے کہ:-

"ہارون سے کہہ مقدس لباس پہنے۔ پھر ان دونوں بکروں کو لے کر ان کو خیمۂ اجتماع کے دروازے پر خداوند کے حضور کھڑا کرے۔ اور ہارون ان دونوں بکروں پر چٹھیاں ڈالے۔ ایک چٹھی خداوند کے لئے ہو اور دوسری عزازیل کے لئے ہو۔ اور جس بکرے پر خداوند کے نام کی چٹھی نکلے اُسے ہارون خطا کی قربانی کے لئے چڑھائے لیکن جس بکرے پر عزازیل کے نام کی چٹھی نکلے وہ عزازیل کے لئے بیابان میں چھوڑ دیا جائے۔" (احبار ۱۶/۷-۱۱)

یہ قانون مشرکانہ تقلید ہے جو بنی اسرائیل میں شیطان پرستی کی جڑ بنا۔

ہندو مذہب میں خدا کا ایک نام نارائن ہے۔ جس کے معنے ہیں روح پانی پر قیام کرتی ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۱ صـ ۵۵) توریت کی پہلی کتاب میں لکھا ہے کہ خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی (پیدائش ۱/۲)۔

ویدوں میں خدا کا نام اگنی ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۱ صـ ۴۴) توریت میں لکھا ہے "خدا بھسم کرنے والی آگ ہے"۔
(استثناء ۴/۲۴)

منو دھیائے ۵ شلوک ۵۶ میں لکھا ہے کہ شراب پینے میں کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ جیوؤں کا سُبھاؤ ہے ایسا ہی بائیبل میں مے نوشی کا حکم موجود ہے۔ "شراب اس کو پلاؤ جو مرنے پر ہے اور مے اُن کو جو شکستہ دل ہیں" (امثال ۳۱/۶) "مے جو انسانی دل کو خوش کرتی ہے" (زبور ۱۰۴/۱۵۔ واعظ ۱۰/۱۹) "مے سے خدا اور انسان خوش ہوتے ہیں" (قاضی ۹/۱۳)۔ "ایک پاؤ مے کا تپاون کے لئے چڑھائیو" (خروج ۲۹/۴۰) "تیرا جی چاہے مول لے مے یا مسکر" (استثناء ۱۴/۲۶)۔ "اپنی مے کی دو یکی دے" (استثناء ۱۴/۲۳) حضرت مسیح نے مے نوشی فرمائی۔ (لوقا ۷/۳۴) کھانا فسح میں مے پی جاتی ہے (متی ۲۶/۲۰ کی تفسیر صـ ۴۱۵ مصنفہ پادری ایچ۔ یو۔ ویسٹن صاحب) خدا تیری مے میں برکت بخشے" (استثناء ۷/۱۳) "اضحاق نے (نعوذ باللہ) مے پی" (پیدائش ۲۷/۲۵) یہ سب منو مہاراج کے ارشاد کی تقلید ہے۔

ہون یا ہوم

ہوم کرنا ہندو آریہ مذہب کا ایک جزو ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۲) بائیبل میں لکھا ہے "یہ اُس کا تپاون چڑھائیو کہ خوشبوئی کا

ہوم خداوند کے لئے ہو۔ (خروج ۴/۲۵)

ختنہ کی رسم غیر اقوام میں بھی تھی (میزان الحق ص۵۵ مصنفہ پادری سی۔جی۔فانڈر) پادری ڈبلیو سینٹ کلیر ٹزڈل صاحب نے اپنی کتاب ینابیع الاسلام کے صفہ ۳ پر برناباس کے خط سے اقتباس کیا ہے کہ "ہر مرد شامی و عربی اور بتوں کے تمام پجاری ختنہ کراتے ہیں" اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم قبطیوں میں بھی یہ رسم جاری تھی۔ یہی رسم موسیٰ کی شریعت میں داخل ہے (احبار ۱۲/۳)۔ پادری جے۔جے۔ٹوکس صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہاں سر ولیم جونس کا خیال ہے کہ جس طوفان کا بیان ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں ساتویں منو کے زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ وہ "منو" نوح کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان دونوں کے ناموں یعنی منو اور نوح میں کچھ موافقت ہے جس کے سبب سے سر ولیم جونس کی رائے غور طلب ہے۔" (پیدائش کی کتاب کے مضامین کا مجموعہ ص۶۳)

سام حضرت کرشن کے بیٹے کا نام تھا (کلیات آریہ مسافر ص۱۱۲) لیکن توریت میں اس کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے اور نوح کا بیٹا بتایا ہے (پیدائش ۵/۳۲) کرشن کا ایک نام کاہن تھا توریت میں ملک صدق سالم کو خدا تعالیٰ نے کاہن بتایا ہے (پیدائش ۱۴/۱۸) مصنف تواریخ بائیبل بعض لوگوں کا خیال نقل کرتا ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں۔ یہ شخص سام تھا (ص۸) حضرت کرشن کا ایک نام مراری تھا (جہان کوش) بائیبل میں بنی مراری ایک قبیلے کا نام موجود ہے (۱-تواریخ ۶/۱۹۔ گنتی ۳/۳۳) بائیبل میں بانسری بجانے والوں کے باپ کا ذکر ہے (پیدائش ۴/۲۱) حضرت کرشن کی بانسری کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ بنی مراری بانسری بجانے والوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ بائیبل نے غلط طور پر کسی اور کے نام ان کو منسوب کیا ہے۔ اس قسم کی غلطیاں بائیبل میں عام پائی جاتی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) یاسر کا باپ منسی تھا (استثنا ۳/۱۴) لیکن ۱-تواریخ ۲/۲۲ میں یاسر کے باپ کا نام شجوب بتایا ہے۔

(۲) زروبابل کا بیٹا الیہود تھا (متی ۱/۱۲) لیکن ۱-تواریخ ۳/۱۹ میں بتایا ہے کہ اس نام کا اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

(۳) یوسیاہ سے یکونیاہ پیدا ہوا (متی ۱/۱۱) لیکن تواریخ میں یوسیاہ سے یہویقیم اور اس سے یکونیاہ پیدا ہوا (۱-تواریخ ۳/۱۵و۱۶) گویا یکونیاہ کا دادا یوسیاہ تھا۔ متی نے اسے باپ بتایا ہے۔

(۴) متی ۱/۱۲۔ حجی ۱/۱۔ عزرا ۳/۸ "سلتی ایل کا بیٹا زروبابل تھا" لیکن ۱-تواریخ ۳/۱۹ میں "زروبابل کے باپ کا نام فدایاہ تھا" لکھا ہے۔

(۵) ۱-تواریخ ۳/۱۵ میں ہے کہ یوسیاہ کا بیٹا صدقیاہ تھا۔ اگلی ہی آیت میں یعنی ۳/۱۶ میں یکونیاہ کا بیٹا صدقیاہ بتایا ہے۔ حالانکہ یوسیاہ صدقیاہ کا پردادا تھا یعنی صدقیاہ کا باپ یکونیاہ۔ اس کا باپ یہویقیم اس کا باپ یوسیاہ تھا۔ (۱-تواریخ ۳/۱۴-۱۶)

بہت سے حوالہ جات اختصار کے مدنظر نظر انداز کرتا ہوں۔

بائیبل میں ہندوؤں کے نام بھی مرقوم ہیں:۔

(۱) سام (پیدائش ۵/۳۲) کاہن (پیدائش ۱۴/۱۸) مراری (گنتی ۳/۳۳) رام (۱-تواریخ ۲/۹ متی ۱/۴) یورام (۲-سلاطین ۸/۱۶) ہدورام (۱-تواریخ ۱/۲۱) حورام (۱-تواریخ ۸/۵) تھیوداس (اعمال ۵/۳۶)۔ مصری بنی اسرائیل کو ذلیل اور مکروہ جان کر ان کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ (پیدائش ۴۳/۳۲۔ ۴۶/۳۴۔ خروج ۸/۲۶) اسی طرح پر بنی اسرائیل غیر قوموں سے نفرت کرتے تھے۔ ان کو کتے کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے

کہ حضرت مسیحؑ نے بھی غیر یہودیوں کو کتّے اور سؤر بتایا ہے (متی ۱۵/۲۶) پاک چیز کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو (متی ۷/۶) کوئی اجنبی پاک چیز نہ کھائے (احبار ۲۲/۱۰) مردار پردیسی کو کھلاؤ یا اجنبی کے ہاتھ بیچ ڈالو (استثناء ۱۴/۲۱)

یہودی کو غیر قوم والے سے محبت رکھنے یا اس کے ہاں جانا ناجائز ہے (اعمال ۱۰/۲۸) اس آیت کی تفسیر پادری ڈی ڈی وا صاحب یوں کرتے ہیں :-

"یہودی ایک ہی پلنگ پر غیر قوم کیساتھ نہ بیٹھے گا۔ یا ایک ہی برتن میں اس کے ساتھ نہ کھائے گا نہ پیئے گا . . . . کیونکہ شریعت میں تو غیر قوموں کے ساتھ بیاہ شادی کرنا منع تھا۔ ہندوؤں میں بھی ویدوں کے زمانہ سے لے کر اب تک ایسی پابندیاں اور رسمیں بڑھتی چلی آتی ہیں" (تفسیر اعمال ص۲۲۳)

ہندو لوگ گنیش کی پوجا کرتے ہیں جس کا سر ہاتھی کا ہے (مہان کوش ص۱۱۷۹) لیکن بائیبل میں ہاتھی کو اشرف المخلوقات بتایا گیا ہے۔ جیساکہ "خدا کی خلقت میں اسی (ہاتھی) کا اوّل درجہ ہے (ایوب ۴۰/۱۹) ہندو لوگ سرپ دیوتا (سانپ) کی پوجا کرتے ہیں۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے پیتل کا سانپ بنا کر نیزے پر لٹکایا۔ سانپ کا ڈسا ہوا اس کی طرف دیکھنے سے نہ مرتا تھا۔ (گنتی ۲۱/۹) حضرت مسیحؑ نے بھی اپنے آپ کو اس سانپ سے پاک مشابہت دی ہے۔ (یوحنا ۳/۱۴) بنی اسرائیل اس سانپ کی پرستش کرتے تھے۔ ۲-سلاطین ۱۸/۴ میں ہے۔ کہ "سانپ کی معجزہ نمائی، اس کی پرستش اور اس کی صداقت کی دلیل بنی"

کسدی علم ادب، نجوم، نقاشی، مذہب وغیرہ فنون و علوم کے یہی لوگ موجد تھے۔ (تواریخ بائیبل ص۵۵)

سکندر اعظم کے زمانے میں انہوں نے فخر سے کہا کہ ہمارے باپ دادوں نے چار لاکھ ستر ہزار سال تک علم نجوم کے مشاہدات کا علم حاصل کیا ہے (تواریخ بائیبل ص۲۰۲) وہ آئندہ کی باتیں نجوم سے بتاتے۔ خوابوں کی تعبیر کرتے تھے (تواریخ بائیبل ص۲۰۲) نینوا سے برآمدشدہ تختیوں پر علم نجوم، علم جوتش، علم طب اور آئین و قوانین ہیں۔ ابراہام کے زمانہ کے حمورابی شرع و قانون ان میں سے بعض قوانین موسوی شرع سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ (جغرافیہ بائیبل ص۸۹)

سوسن کے کھنڈرات میں سے سنگ مرمر کا تختہ ملا ہے جس پر ابرہام کے ہمعصر امرافل شاہ سنعار کے حمورابی قوانین کندہ ہیں۔ اس مجموعہ قوانین میں ۱۲۸۰ احکام ہیں۔ جن کی نسبت وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ احکام اُسے سورج کے دیوتا شمس کی طرف سے ملے ہیں۔ ان میں سے بعض موسوی شریعت سے بہت نزدیکی مطابقت رکھتے ہیں (جغرافیہ بائیبل ص۹۲)

اہلِ بابل جب دعا کرتے تو دعا مانگنے والا کھڑا ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلاتا۔ اس کی دعا کا مضمون دیوتاؤں کی بزرگی کا اظہار۔ گناہوں کا اقرار۔ رمل، شگون اور خوابوں کے ذریعہ اس کی دریافت کرتے تھے۔ (جغرافیہ بائیبل ص۹۶) مصری لوگ پیالہ سے فال لیتے تھے۔ (تواریخ بائیبل ص۱۰)

مندرجہ بالا حوالجات کو سامنے رکھ کر دیکھیں بلعام نبی نجومی تھا (یشوع ۱۳/۲۲۔ گنتی ۲۴/۱) یہ بلعام کسدی نجومی تھا۔ (تواریخ بائیبل ص۱۷) حضرت یوسفؑ فال گیر تھے (پیدائش ۴۴/۵) حضرت دانی ایل کو سارے فال گیروں اور نجومیوں سے جو اس ملک میں تھے دس درجے بہتر پایا۔ (دانی ایل ۱/۲۰)۔ نبوت میں مشترک عقائد کا پایا جانا کسدیوں وغیرہ سے لیا گیا ہے آئندہ کی خبریں بتانا اور خوابوں کی تعبیر کا ماخذ بھی یہی لوگ

تھے۔

مصری مُردہ لاشوں میں خوشبو بھرتے اور صندوق میں رکھتے تھے۔ (تواریخ بائبل ص۱۰) حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی لاشوں میں بھی خوشبو بھری گئی۔ (پیدائش ۵۰/۲ و ۳ و ۲۶) کتاب آؤٹ لائن آف لٹریچر مصنفہ جون ڈرنک واٹر مطبوعہ لنڈن میں لکھا ہے:۔

"نہ موسیٰ کی تعلیم میں اور نہ چھ سو سال قبل مسیح آنے والے کسی بڑے عبرانی پیغمبر کی تعلیم میں زندگی بعد از موت اور جزا و سزا کا ذکر ہے۔ لیکن مصری مذہب میں اس قسم کے اعتقادات عام ہیں۔" (ص۳۲)

جزا و سزا کا عقیدہ مصری مذہب کی نقل ہے۔

دُعا مانگتے وقت ہاتھ پھیلانا یہ اہلِ بابل کا طریق تھا۔ (جیوگرافیہ بائیبل ص۹۶) یہی طریق موسیٰ کی شریعت میں مروّج ہے (خروج ۹/۲۹)

راعمسیس نے ایک ساتھ دو بہنوں سے شادی کی۔ (پریم ساگر) حضرت یعقوبؑ نے بھی ایک ساتھ دو بہنوں جو لابن کی بیٹیاں تھیں، سے شادی کی۔ (پیدائش ۲۹/۱۹-۲۳)

خدا کے بیٹے

میسوپوٹامیہ یا بابل کا قدیم نام عدن تھا۔ سُمیری موحد تھے جو بعد میں بُت پرست ہو گئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو "خدا کے بیٹے" اور دوسروں کو "آدمی کے بیٹے" (پیدائش ۶/۲) کہتے تھے۔ (صحت کتب مقدسہ مصنفہ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے)

اس کی نقل میں موسیٰ فرماتے ہیں "تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو" (استثناء ۱۴/۱) اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو۔ (زبور ۸۲/۶)

آسمانی باپ

پادری ایچ۔ یُوسٹنٹن صاحب اپنی کتاب تفسیر متی میں لکھتے ہیں:۔

"(خدا کا آسمانی باپ) سے نہ یہی غیر اقوام اس سے ناآشنا تھیں۔ یونانی زیوس دیوتا "آدمیوں دیوتاؤں کا باپ" سمجھتے تھے۔ اور اس کا نام جیوپیٹر یا جیوس پیٹر ویدک نام دیاس پیٹر یا "آسمانی باپ" کے ہم معنی ہے۔" (ص۱۴۵)

پس بائبل میں خدا کو آسمانی باپ جو کہا گیا ہے وہ یونانیوں کی نقل ہے۔

ہمہ اوست یا تثلیث

پنڈت لیکھرام لکھتا ہے کہ مسیح کے تین سو برس پیشتر شنکر آچاریہ نے برھم۔ ایشور۔ جیو کی تثلیث قائم کر کے نوین ویدانت سے سب کو ہمہ اوست کی تعلیم دی۔ (کلیات آریہ مسافر ص۱۲۵) عیسائی عقیدہ میں باپ۔ بیٹا۔ روح القدس اس تثلیث کی نقل ہے۔

مقدس ہیکل

حضرت سلیمانؑ نے ہیکل تعمیر کی تو دہلیز میں دو ستون کھڑے کئے۔ ایک کا نام یاکین یعنی قائم کرے گا۔ اور دوسرے کا نام بوعز یعنی اس میں قوت ہے۔ (۲۔ تواریخ ۳/۱۷) ان ستونوں کے متعلق لکھا ہے۔ قانونِ شریعت کے مطابق ان دو ستونوں کے تعمیر کرنے کی ممانعت ہوتی جو دہلیز پر کھڑے ہوتے تھے کیونکہ وہ بُت پرستی کی عام نشانی تھے جو کنعانی اور فنیکی مذہب میں رائج تھے (ہسٹری آف لٹریچر مصنفہ جان ڈرنک واٹر) دیواروں پر کروبیوں کو کھدوا گیا اور دو کروبیوں کو تراش کر بنایا (۲۔ تواریخ ۳/۷ و ۳/۱۰) حاشیوں پر شیر، بیل اور کروبی بنے تھے (۱۔ سلاطین ۷/۲۹) تخت کی سیڑھیوں پر بارہ شیروں کے بُت کھڑے تھے (۱۔ سلاطین ۱۰/۲۰) یہ سب کچھ بُت پرستوں کی نقل تھی۔ نیز گانے والوں اور گانے والیوں کا ذکر بھی آتا ہے (عزرا ۲/۶۵۔ نحمیاہ ۷/۶۷) یہ مندروں کی دیوداسیوں کی مانند تھیں۔

گانا بجانا۔ ناچنا

ہندو عبادت میں گانا بجانا ضروری جزو ہے۔ چنانچہ پادری

ہے۔ علی بخش صاحب لکھتے ہیں :- "یہودی دیگر اقوام کی طرح خوشی کا اظہار ناچنے کے ذریعہ کرتے تھے۔ خواہ دینی خوشی ہو یا دنیاوی" (تفسیر زبور صفحہ ۵۵) اس کے لئے دیکھو خروج ۱۵/۲۰۔ قاضی ۱۱/۳۴۔ ۲-سموایل ۶/۱۴۔ یرمیاہ ۳۱/۴۔

"مریم نبیہ دف سے گاتی اور سب عورتیں دفوں کے ساتھ ناچتی ہوئی اس کے پیچھے چلیں۔" (خروج ۱۵/۲۰) بنی مرچنگ ڈھولک۔ بانسری اور بربط سے نبوت کرتے تھے (۱-سموایل ۱۰/۵) یہ سب کچھ بُت پرستوں کا بقیہ ہے۔ جھانجھ (۱-سموایل ۶/۵) نرسنگے (نحمیاہ ۱۲/۲۸و۳۵) ایک شخص نے بین بجائی تو خداوند کا ہاتھ اُس پر آگیا۔ (۲-سلاطین ۳/۱۵)

بُت پرستی بت پرست پتھروں کو گواہ ٹھہراتے تھے۔ جیسا لابن نے پتھروں کے تودہ کا نام "یجر شاہدہ" یعنی "تودہ گواہی کے لئے" رکھا۔ اور حضرت یعقوبؑ نے اس کو جلعاد یعنی "تودہ گواہی کے لئے" (پیدائش ۳۱/۴۷و۴۸) عبادت یہ تھی کہ وہ ستون پر تیل ڈالتے۔ اور قربانی چڑھاتے تھے (تواریخ بائیبل ص۹۵) اہل اسرائیل عبادت کے لئے پتھروں کو کام میں لاتے تھے (جغرافیہ بائیبل ص۵۲) "اور یہ پتھر جو مَیں نے ستون کھڑا کیا خدا کا گھر ہوگا" (پیدائش ۲۸/۲۲) "مَیں بیت اللہ کا خدا ہوں جہاں تُو نے ستون پر تیل ڈالا" (پیدائش ۳۱/۱۳) یہ سب کچھ پتھر کو گواہ ٹھہراتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ اس نے سنا ہے (یشوع ۲۴/۲۷) بُت پرستوں کی تقلید ہے۔ پتھر کو مددگار کا نام دیتے تھے۔ (۱-سموایل ۷/۱۲)

عہد جدید حضرت مسیح کی پیدائش سے ذرا پہلے تھیوداس مدعی نبوت ہلاک ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت جبکہ سوریہ کے حاکم نے اسم نویسی کی (لوقا ۲/۲) اس وقت یہوداہ نامی ایک شخص مدعی موجود تھا (اعمال ۵/۳۶-۳۷) بلکہ یوحنا بن زکریاہ اور حناہ نبیہ موجود تھی (لوقا ۱/۱ و ۲/۳۶) زکریا بھی نبی تھا (لوقا ۱/۶۷) سردار کیفا بھی نبوت کرتا تھا۔

(یوحنا ۱۱/۵۱)

اس صورت حال کے پیش نظر حضرت یسوع کے لئے دعویٰ نبوت کرنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ چنانچہ ۳۱ برس کی عمر میں آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ (لوقا ۳/۲۳) درمیانی عرصہ کے حالات معلوم نہیں یا کسی مصلحت کی وجہ سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ مدعیان نبوت کے حالات کا مطالعہ کرنے اور تیاری کے لئے اتنا وقت کافی تھا۔ چنانچہ آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا (یوحنا ۴/۴۴۔ متی ۱۳/۵۷۔ لوقا ۴/۲۴۔ یوحنا ۹/۱۷ - ۷/۱۶ - ۴/۱۹ - متی ۱۴/۵ - ۲۱/۴۶) نبوت کے ساتھ آپ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ یہودی نہایت ہی بے صبری اور بے قراری کے ساتھ مسیح کی آمد کے منتظر تھے۔ وہ اپنی بحالی اور بادشاہت کو اُس کے ساتھ وابستہ سمجھتے تھے۔ اُن کا یقین تھا کہ مسیح آکر پھر ہماری شان و شوکت قائم کرے گا اور ہم کو بادشاہی عطا کرے گا۔ وہ بادشاہ اور ہوگا وغیرہ "مسیح بادشاہ زادہ" (دانی ایل ۹/۲۵) اس کی یہ تاویل کی گئی کہ وہ ابن داؤد ہے (متی ۱/۱) اس لحاظ سے وہ بادشاہ زادہ ہے۔ شاگردوں نے واقعہ صلیب کے بعد آپ سے پوچھا کہ اے خداوند! کیا تو اسی وقت اسرائیل کو بادشاہی عطا کرے گا۔ (اعمال ۱/۶) ظاہر ہے کہ وہ آپ سے حکومت یا بادشاہی کی اُمید رکھتے تھے۔ اس کی یہ تاویل کی گئی کہ میری بادشاہت دُنیا کی نہیں (یوحنا ۱۸/۳۶) بلکہ رُوحانی ہے۔ اور یسعیاہ نبی کی کتاب سے اپنے حق میں یوں اقتباس کیا کہ جب وہ سبت کے دن عبادت خانہ میں گیا تو اس نے یسعیاہ نبی کی کتاب سے وہ مقام پڑھ کر سُنایا "خداوند کی رُوح مجھ پر ہے اس لئے کہ اس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مسح کیا۔ وغیرہ......

وہ ان سے کہنے لگا کہ آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہوا ہے۔ (لوقا ۴/۱۷-۲۱) یہ عبارت جو حضرت یسوع نے اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے یسعیاہ ۶۱/۱-۲ میں مندرج ہے۔

یہ کسی قسم کی پیشگوئی نہیں بلکہ حضرت یسعیاہ اپنے بارے میں کہتے ہیں: "خداوند خدا کی روح مجھ پر ہے کیونکہ خداوند نے مجھے مسیح کیا تاکہ مصیبت زدوں کو خوشخبری دوں" وغیرہ۔ حضرت یسوع نے اپنے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت ایسی کمزور باتوں پر دکھا، نیز آپ سے قبل خدا تعالیٰ نے بُت پرست بادشاہ شاہ خورس کو مسیح کا مرتبہ عطا کیا (یسعیاہ ۴۵/۱) اور ساؤل کو مسیح بتایا گیا ہے (۱ سموایل ۲۴/۶، ۱۰، ۲ سموایل ۱/۱۴، ۱۶) اسکے علاوہ حضرت داؤدؑ کو خدا نے مسیح بنایا (۲ سموایل ۱۲/۷) تو حضرت یسوع کا دعویٰ مسیحیت کوئی نیا اور مخصوص دعویٰ نہ تھا بلکہ پُرانے مسیحیوں کی نقل تھی۔

اس کے بعد دعویٰ الوہیت کا ہے۔ آپ اپنے اس دعویٰ کی تائید میں کہتے ہیں: "کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟ جب اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا" (یوحنا ۱۰/۳۴، ۳۵) اس حوالہ سے آپ کی الوہیت کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی آپ نے صفائی سے کہہ دیا کہ جس طرح مجھ سے پہلے جن کے پاس خدا کا کلام آیا وہ خدا ہیں اسی طرح میں بھی خدا ہوں گویا میرا دعویٰ خدائی کوئی حقیقت نہیں۔

ہم لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ مضمون پادری صاحبان کے نظریہ سے لکھا جا رہا ہے۔ اس لئے بتانا یہ مقصود ہے کہ ایسا نظریہ آپ سے پہلے بھی موجود تھا۔ چنانچہ نبی کے کہنے پر اسی وقت سے حمل کی میعاد شروع ہو گئی اور بیٹا پیدا ہوا (۲ سلاطین ۴/۱۶، ۱۷) حضرت مریم کے پاس فرشتہ بیٹے کی بشارت لے کر آیا (لوقا ۱/۲۶-۳۱) اس سے قبل سمسون کی ماں کو فرشتہ نے بشارت دی (پیدائش ۱۱/۱۶) اگر عیسائیوں کا یہ اصول صحیح ہے تو یہ ایک دوسرے سے نقل مارنا ہی ماننا پڑے گا۔

بُت پرست اہلِ بابل دیوتاؤں کے سامنے گناہوں کا اقرار کرتے تھے (جغرافیہ بائیبل ص ۹۶) گناہوں کا اقرار لوقا ۱۸/۱۱ یعقوب ۵/۱۶ میں بھی موجود ہے۔ مصری بہت سے معبود رکھتے تھے (تواریخ بائیبل ص ۱۱ و ص ۴۲۳) یہی تعلیم بائیبل میں ہے: "میں انہوں کے درمیان تیری ثناخوانی کروں گا" (زبور ۱۳۸/۱) خدا کی جماعت میں کھڑا ہے انہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔ (زبور ۸۲/۱) میں نے کہا کہ تم اِلٰہ ہو (زبور ۸۲/۶) آسمان اور زمین میں بہت سے خدا اور خداوند ہیں (۱ کرنتھیوں ۸/۵) یہ تعلیم بُت پرستوں سے لی گئی ہے۔

کفارے کا عقیدہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے منوشاستر کا ایک باب اسی پر ہے (دیکھو ادھیائے ۱۱)

بپتسمہ کی رسم متھرا مذہب میں جاری تھی۔ (نور الہدیٰ جلد ۲ ص ۵۲ مصنفہ پادری برکت اللہ ایم۔ اے) اس کو بگاڑ کر مسیحی دین میں شامل کیا گیا۔ یسوع نے خود یوحنا سے بپتسمہ پایا۔ (متی باب ۳) عیسائیوں کا بپتسمہ یوحنا کی نقل ہے۔

عشاء ربانی کی رسم بھی یہودیوں سے لی گئی ہے۔ جو کڑوی ترکاری کے ساتھ کباب شدہ برہ اور مے ہوتی تھی۔ (خروج ۱۲/۸) اس کو ذرا مسخ کر کے عیسائیت میں جاری کیا گیا۔ (متی ۲۶/۲۹)

یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ

رسالہ ہمیشہ پیشگی قیمت پر جاری کیا جائے اسلئے اپنا چندہ جلد بھجوا دیں۔

بچوں اور بچیوں کا رسالہ

تشحیذ الاذہان

کیا آپ کے گھر میں یہ دینی، علمی اور تربیتی رسالہ جاری ہے؟

یکم جون ۱۹۵۷ء سے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری ہو چکا ہے۔ محترمہ سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اس رسالہ کے لئے ذیل کا پیغام دیا ہے:۔

"ہماری جماعت میں اس وقت تک بچوں کا کوئی رسالہ نہیں تھا۔ احمدی بچوں اور بچیوں کی تربیت اور ان کی ذہنی نشوونما کے لئے ایک ایسے رسالہ کی جماعت میں انتہائی ضرورت تھی جو بچوں میں مذہبی جوش، دین کے لئے غیرت اور اسلامی اخلاق پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اس کے ذریعہ ان کو اپنے اسلاف کے کارنامے معلوم ہوں اور بچے ان کو پڑھ کر دین کے غیور فرزند بنیں۔

الحمد للہ کہ اس اہم ضرورت کو مکرم مولانا ابو العطاء صاحب تشحیذ الاذہان کے ذریعہ پورا کر رہے ہیں۔ خدا کرے یہ رسالہ انتہائی طور پر مقبول ہو اور جس غرض کے لئے جاری کیا جا رہا ہے اس غرض کو پورا کرنے والا ہو۔ احمدی ماں باپ کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ضرور منگوائیں تا کہ ان کے لڑکے اور لڑکیاں اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔

مریم صدیقہ"

اس رسالہ کا سالانہ چندہ صرف پانچ روپے ہے۔ فوری طور پر بذریعہ منی آرڈر چندہ بھیج کر رسالہ جاری کروالیں ——!

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان ربوہ (پاکستان)

(ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)